بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل اعمال

تبلیغی نصاب

ایک جائزہ

تالیف:

مولانا ریاض احمد خاں

پیشکش:

ادارہ عوۃ القرآن

۵۹۔محمد علی روڈ، ممبئی۔۴۰۰۰۰۳ ☆ فون:۲۳۴۶۵۰۰۵

پہلا ایڈیشن :۲۰۰۰

نومبر ۲۰۰۸ء

قیمت:۱۶/روپے

Rs.16/-

فہرست

صفحہ	عنوان
۳	عرض ناشر
۴	پیش لفظ
٦	تبلیغی نصاب، ایک جائزہ
٦	بدعت شیطان کا نہایت.....
۸	احادیث کے بیان میں صحابہؓ کی احتیاط
۸	اہل اللہ کی بے مثال تحقیق
۱۰	سنت کے ساتھ بدعت بھی
۱۱	عبادات کی حیثیت کے بارے میں دو بنیادی...
۱۱	احادیث کے بیان میں شیخ الحدیث........
۱۲	موضوع اور باطل احادیث کا بیان........
۱۳	ضعیف حدیث کے بیان و عمل کے شرائط
۱۴	قرآن و حدیث سے متصادم حدیث کا بیان
۲۰	فریضہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر ....
۲۳	موجودہ زمانے میں فریضہ نہی عن المنکر ....
۲۵	حدیث کے مضمون سے غلط اور من پسند.....
۲۷	رہبانیت کے حق میں قرآن سے استدلال
۳۲	آخری بات
۳۳	تبلیغی نصاب میں اتباع رسول ﷺ......
۳۳	اہل اللہ کون ہیں
۳۳	قرآن اور سنتِ رسول ﷺ سے......
۳۷	نفلی عبادات میں اعتدال فرض ہے!
۳۷	قرآنی تعلیمات کا تقاضا
۳۹	انسان کی قدرت و استطاعت پر اللہ کے.........
۴۰	اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت سے خالی.....
۴۱	رات و دن نماز روزہ میں گزارنا، اللہ کی.........

صفحہ	عنوان
۴۲	ساری زندگی نماز و روزے میں لگا دینے.......
۴۳	نفلی عبادات میں نبی کے طریقے اور مقررہ.....
۴۴	بندوں اور نفس کے حقوق کی ادائیگی مقدم......
۴۴	صحابہؓ اور حضور ﷺ کی مخالفت دونوں.........
۴٦	نبی کریم ﷺ نے جن عبادات سے منع.......
۴۷	عبادات میں حضور ﷺ کی ہدایت اور......
۴۸	نفلی عبادات کیوں کر بدعت بن جاتی ہیں
۴۹	سنت، امت پر حجت ہے، جب کہ ساری.....
۵۰	بعض صحابہؓ کا عمل کیوں حجت و دلیل نہیں؟
۵۰	سوانح اور تاریخ کی کتابوں میں، غلط.........
۵۷	فرضی روایات کیوں اور کس طرح دین......
۵۸	تبلیغی نصاب میں بے عملی و بے دینی کی......
۵۸	دو انتہائیں
۵۸	محترم کی بے اصل اور بے عمل..........
۵۹	تاویل کی تردید قرآن سے
٦۱	دو قرآنی حقائق
٦۳	غلط تصورِ مغفرت کا اللہ کی طرف انتساب
٦۴	اللہ کی درج بالا ہدایات کا تقاضا
٦۵	ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے..........
٦٦	اللہ و رسول ﷺ کی تعلیم سے متصادم.......
۷۱	علم غیب کے بارے میں قرآن کا بیان
۷۲	نبی اکرم کا بیان
۷۲	نبی کریم ﷺ اور قرآن کے بیان کو..........
۷۳	کل نفس ذائقۃ الموت کا قرآنی اعلان
۷۵	قرآن کو جھٹلانے والے قصے و دیگر عنوانات....

بسمہٖ تعالیٰ

عرض ناشر

زیرِ نظر کتابچہ مولانا ریاض احمد خان کی کتاب ''اُسوۂ رسول اور تزکیۂ نفس'' کے ایک باب ''تبلیغی نصاب ایک جائزہ'' پر مشتمل ہے۔

مولانا نے اس اکابر پرستی کے ماحول میں بڑی جرأت سے کام لیا اور ایک بزرگ کی ایسی کتاب پر نقد کیا جس کو لوگوں نے تعلیم و تربیت کے لئے قرآن کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن کی تلاوت تو ہم کرتے ہیں اور تعلیم کے لئے یہ کتاب کافی ہے کیوں کہ اس میں قرآن بھی ہے اور حدیث بھی۔ لیکن ان حضرات کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اس میں رطب و یابس بھی ہیں اور واہیات قصے بھی۔ ایسے قصے بھی ہیں جن سے عصمت انبیاء پر حرف آتا ہے۔ کاش یہ لوگ اس کتاب کو پڑھتے وقت تھوڑی سی عقل سے بھی کام لیں، صرف اندھی عقیدت میں مبتلا نہ رہیں، تو حقیقت آشکارا ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب تبرکاً بھی پڑھی جاتی ہے تاکہ اس سے برکت حاصل ہو جائے، بلکہ بعض حضرات کو یہ بھی کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ کوئی اس کتاب کو امریکہ میں پڑھے تو ہندوستان میں رہنے والے اس خاندان میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

اس بزرگ پرستی میں نہ صرف عوام ہی مبتلا ہیں بلکہ جغادری علماء کا بھی ایک طبقہ شامل ہے۔ مولانا ریاض احمد خاں کی مذکورہ کتاب جب شائع ہو کر بازار میں آئی تو ممبئی کے ایک مشہور عالم کی خدمت میں جن کو آپ تقریباً ہر جلسہ میں شریک پائیں گے پیش کی گئی۔ موصوف نے کتاب کے چند اوراق کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور کتاب واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ ریاض صاحب کی کیا حیثیت ہے کہ اتنے بڑے بزرگ کے خلاف قلم اٹھائیں!

ان حالات میں دین کو غلط طریقہ سے پیش کرنے کے بعد آپ امید رکھتے ہیں کہ بے دینی ختم ہو کر دینداری پیدا ہوگی؟ بلکہ ایک حدیث کے مطابق کہ جو'' کوئی قرآن کے سوا کسی اور ذریعہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کریگا اللہ تعالیٰ اُسے گمراہ کردے گا''۔ الامان الحفیظ

قارئین سے ہم نہایت مخلصانہ گزارش کرتے ہیں کہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر اس کتابچہ کا مطالعہ کریں۔

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہٗ (آمین)

شہاب بانکوٹی

سکریٹری

دعوۃ القرآن ممبئی ۳

تبلیغی نصاب ایک جائزہ

پیش لفظ

قرآن کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی ہلاکت اور گمراہی کا سبب، اگر ان کی حد سے بڑھی ہوئی دنیا کی محبت یا بالفاظ دیگر دنیا پرستی تھی تو نصاریٰ بالکل اس کے برعکس، فلاح آخرت اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے، اللہ و رسول ﷺ کے سکھائے ہوئے اعمال وعبادات کو ناکافی سمجھ کر، ان کی مقدار میں اضافہ اور ادائیگی میں مبالغہ و تشدد کر کے، ہلاک اور گمراہ ہوئے۔

صحابہ کرامؓ کا مقدس گروہ، دنیا پرستی کے مرض سے تو بالکل مبرا اور پاک تھا، لیکن کبھی کبھی فلاحِ آخرت اور رضائے الٰہی کے حصول کے جذبے سے مغلوب ہو کر، ایک گروہ نفلی عبادات کی ادائیگی میں حضور ﷺ کی سنت و طریقے کی اتباع سے انحراف اور اضافے کا وقتی اور عارضی طور پر مرتکب ہوجاتا تھا۔ ایسے تمام موقعوں پر حضور ﷺ نے کبھی پیار و محبت سے اور کبھی سختی اور تنبیہ کے انداز میں، انہیں عبادات کی مقدار میں اضافہ اور اپنی سنت کی اتباع سے انحراف کے خطرناک نتائج وعواقب سے نہ صرف خبردار کیا، بلکہ حکماً منع بھی فرمایا۔ نصاریٰ کی مثال دے کر سمجھایا کہ وہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے عبادات میں اللہ و رسول ﷺ کی تعلیمات کی اتباع سے انحراف اور اس پر اضافے کی بدعت کی وجہ سے ہلاک اور گمراہ ہوئے پورے دور نبوت میں سے ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ حضور ﷺ نے نفلی عبادات کی ادائیگی میں، اپنی سنت و طریقے پر صحابہؓ کے اضافے اور غلو و تشدد کے نئے طریقے برداشت کر لیا ہو، اور بروقت ان کو اس سے منع نہ کیا ہو، جس پر قرآن و حدیث گواہ ہیں۔

لیکن اللہ ورسول ﷺ کا اس قدر اہتمام بھی، امت کو افراط وتفریط میں مبتلا ہونے سے نہ بچاسکا۔ آج ایک طرف اگر امت کا ایک طبقہ دنیا پرستی کی لعنت میں مبتلا ہے تو دوسری طرف علماء، اللہ والوں اور صوفیاء کا ایک بڑا گروہ ایسا بھی ہے جو تزکیہ نفس اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے نفلی عبادات کی ادائیگی میں حضور ﷺ کی سنت اور طریقے کی ہو بہو نقل اور اتباع کو، ہمیشہ اور ہر زمانے کے لیے کافی نہیں سمجھتا۔ بلکہ آج کے بدلے ہوئے حالات وزمانے میں مختلف غلط مفروضات وتاویلات کے ذریعے حضور ﷺ کی سنت وطریقے کے بالکل برعکس، عبادات کی مقدار میں اضافہ ونئے طریقوں کی ضرورت واہمیت کو ضروری ولازمی ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے دینی کتابوں کا ایک بڑا حصہ، سنت اور بدعت کی دو متضاد تعلیمات کا مجموعہ ہو گیا ہے۔

تبلیغی نصاب کو بحث وگفتگو کا موضوع بنانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب محترم شیخ الحدیث جیسے عالم دین کی کتاب کا حال یہ ہے کہ جو برصغیر میں علماء کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کا مقصد ونصب العین، احیائے سنت اور انکار شرک وبدعت ہے تو دوسرے علماء کی کتابوں کا حال خود بخود معلوم اور متعین ہو جاتا ہے اور اس کا بھی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آج بدعت کی ہلاکت وخطرناکی کس حد وانتہا کو پہنچ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس مقصد اور ضرورت کے پیش نظر یہ کوشش کی گئی ہے اس کو پورا فرمائے، دین کے صحیح فہم کے لیے قارئین کے سینوں کو کھول دے اور میرے لیے اسے سرمایہ آخرت بنائے۔ آمین۔

ریاض احمد

ملت نگر۔ بمبئی

تبلیغی نصاب، ایک جائزہ

تبلیغی نصاب محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کی مشہور ومعروف کتاب ہے جسے انہوں نے تبلیغی جماعت کی تربیت واصلاح کی غرض سے مرتب فرمایا ہے، اور جسے تبلیغی جماعت قرآن وسنتِ رسول ﷺ کی تعلیمات کا سب سے مستند اور مفید مجموعہ تصور کرتی ہے۔ تبلیغی جماعت کے نزدیک اس کتاب کو یہ غیر معمولی اور مبالغہ آمیز اہمیت جن اسباب ووجوہ سے حاصل ہے ان میں سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ محترم شیخ الحدیثؒ نے اس کتاب میں احادیث کے بیان میں صحابہؓ کی احتیاط کی ترغیب، اتباعِ قرآن وسنت کی تاکید پر تفصیلی مضامین، بدعت اور خرافات کی خطرناکی اور ہلاکت کا موثر بیان، تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے، جاہل صوفیاء کے خود ساختہ اعمال واشغال کی تردید نہایت موثر انداز میں بیان فرمائی ہے۔ بدعت کو شیطان کا سب سے مہلک اور خطرناک حربہ وہتھیار بتلایا ہے، جس سے نجات پانا محال ہے اور جس کی ہلاکت یقینی ہے۔

بدعت شیطان کا نہایت خطرناک ہتھیار

چنانچہ بدعت کی خطرناکی اور ہلاکت، اتباع رسول ﷺ کی اہمیت اور اہل اللہ کی عمدہ وبے مثال تحقیق پر مشتمل، تبلیغی نصاب کے چند مضامین ملاحظہ ہوں۔

’’حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ لَا اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰـهُ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھ کو لا الـٰه الا اللّٰہُ اور استغفار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا کہ (یہ تو کچھ نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے رہے‘‘ (اخرجہ ابویعلیٰ والجامع الصغیر کذا فی الدر)

ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق جاننے لگے اور جو دل میں آئے اس کو دین و مذہب بنالے۔قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ: ''اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشَاوَةً۔ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِاللّٰهِ اَفَلَاتَذَکَّرُوْنَ۔(جاثیہ رکوع ۳)

''کیا آپ ﷺ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنالیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کر گمراہ کر دیا ہے،اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی،اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔(کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی دل میں اُتارتا ہے)پس اللہ کے(گمراہ کر دینے کے)بعد کون ہدایت دے سکتا ہے! پھر بھی تم نہیں سمجھتے''۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ:

''وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَایَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔(قصص رکوع ۵)

''اور ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا؟ جو اپنی خواہش نفس پر چلتا ہو،بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے(اس کے پاس)ہو۔اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

اور بھی متعدد جگہ قرآن میں اس قسم کا مضمون بیان ہوا ہے۔یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھا دے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے۔اور اس پر ثواب کا امیدوار بنا رہے۔اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری و چوری وغیرہ میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے۔ لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور اس کو کیوں چھوڑے؟ بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں

میں مبتلا کیا،لیکن ذکر و اذکار،توبہ و استغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے،تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔اس لیے دین کے ہر کام میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طریقے کو رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقے کو اختیار کرنا جو خلاف سنت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔۔۔۔امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے امتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی،تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کیے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے استغفار کریں،اور وہ ہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں''۔(فضائل ذکر صفحہ ۸۷)

احادیث کے بیان میں صحابہؓ کی احتیاط

احادیث کے بیان میں صحابہ کرامؓ کی احتیاط اور اس کے مقابلے میں اپنی اور دوسروں کی بے احتیاطی پر شیخ الحدیثؒ اس طرح تنقید کرتے ہیں۔

''یہ تھی حضراتِ صحابہ کرامؓ کی احتیاط حدیث شریف کے بارے میں،اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ''جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''۔اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجود یہ کہ مسائل حضور ﷺ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ خدانخواستہ جھوٹ نکل جائے۔اس کے بالمقابل ہمارا حال یہ ہے کہ بے دھڑک بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں۔ذرا بھی نہیں ڈرتے۔حالانکہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی ہی سخت ذمہ داری ہے۔(فضائل صحابہ ۹۵)

اہلُ اللہ کی بے مثال تحقیق

اہلُ اللہ کون ہیں اُس کی تحقیق محترم شیخ الحدیثؒ اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ:''اس کی

تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہلُ اللہ کون لوگ ہیں؟ اہلُ اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے کہ حق سبحانہ وتقدس نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو امت کی ہدایت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ'' اے نبی کہو !اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو''۔ (قرآن) لہٰذا جو شخص نبی کا کامل متبع ہو وہ حقیقتاً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباع سنت سے جس قدر دور ہے وہ قرب الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنتِ رسول ﷺ کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے''۔(فضائل تبلیغ ۲۹)

............'' حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعوے دار، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں۔ کسی بات کو ان مدعیوں کے سامنے یہ کہہ دینا کہ سنت کے خلاف ہے حضور ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے۔ گویا برچھی مار دینا ہے''۔(فضائل تبلیغ ۳۰)

چنانچہ محترم جاہل صوفیوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

'' جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا تو بہت زور ہوتا ہے مگر جماعت کی پروا نہیں ہوتی۔ اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کمال بزرگی اللہ کے محبوب کی اتباع ہے''۔(فضائل نماز ۵۳)

یہ اور اس طرح کے دوسرے متعدد مضامین کو دیکھ کر، ایک عام قاری اس کتاب کے مضامین کو قرآن وسنت کا سب سے معتبر اور مستند مجموعہ خیال کرتا ہے۔ اور یہ سمجھنے میں وہ بالکل حق بجانب ہوتا ہے کہ محترم شیخ الحدیثؒ نے، اس کتاب میں ضعیف اور موضوع حدیث ہرگز نہ بیان کی ہوگی اور نہ ہی کوئی واقعہ یا قصہ، ایسا نقل کیا ہوگا جو قرآن وسنت کے خلاف اور اس سے ماخوذ مسلمہ اصول وعقائد اور اعمال سے متصادم ہو۔ کیونکہ ایسی بے احتیاطی غلط، اور صحابہ کرامؓ ومحدثین کے اس احتیاط اور اسوہ کے خلاف ہوگی ، جسے محترم شیخ الحدیثؒ نے خود اسی مقصد کے لیے بیان بھی فرمایا ہے۔ اور یہ کہ محترم نے اس کتاب میں نماز، روزہ ذکر، تبلیغ اور درود وغیرہ کی ترغیب اور فضائل میں جو کچھ لکھا ہے وہ خالصتاً سنت ثابتہ کے مطابق ہوگا اور عبادات میں جاہل صوفیا کی بدعات و

خرافات سے یکسر خالی ہوگا، کیوں کہ محترم شیخ الحدیثؒ خود اس بات کے قائل ہیں اور انہوں نے متعدد مقامات پر قارئینِ کتاب کو اس بات پر خبردار بھی کیا ہے کہ مؤمنین کی گمراہی اور ہلاکت کے لیے شیطان کا سب سے مؤثر اور خطرناک ہتھیار بدعت ہی ہے۔ اس لیے نفس بدعت اور بدعتی کی صحبت دونوں سے بچنا اسلام کی صراط مستقیم پر قائم رہنے کی لیے نہایت ضروری ہے۔

سنت کے ساتھ بدعت بھی

لیکن تبلیغی نصاب میں مندرجہ بالا مضامین کے بالکل برعکس اور ان سے متصادم مضامین بھی دیکھ کر انتہائی حیرت ہوتی ہے، کہ محترم شیخ الحدیثؒ نے، فضائل اعمال کی ترغیب کے لیے قرآن وسنتِ ثابتہ کے ساتھ ساتھ ضعیف، موضوع اور باطل، ہر قسم کی احادیث اور قصوں کو نقل کر دیا ہے۔ اذکار وعبادات کی ترغیب میں صوفیوں اور بزرگوں کے انہی نئے طریقوں اور اضافوں کی تعریف میں، جنہیں صحابہ کرامؓ نہیں کرتے تھے اور جن سے حضور ﷺ نے ان کو منع کیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے، بلکہ غلط اور مہمل تاویلوں کے ذریعے سندِ جواز عطا کر کے ان کو اذکار وعبادات کا حصہ وجز بھی بنا دیا ہے۔ اور مقویِ ایمان خمیرہ کا نام دیدیا ہے اس بے احتیاطی کی توقع کم از کم ان کے مندرجہ بالا احتیاط کے بیان کے بعد اور شیخ الحدیثؒ کی ذمہ دارانہ حیثیت میں، ان سے کسی حال میں بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اور جس غیر ذمہ داری کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ عبادات کے منصوص اور غیر اجتہادی دائرے میں بدعت اور نئے طریقوں کی ایجاد کا جواز پیدا ہو گیا ہے، بلکہ قرآن وسنتِ رسول کا قائم کردہ، وہ محمود ومطلوب توازن بھی درہم برہم ہو گیا ہے، جس کی تعلیم دینا اور جسے عملاً قائم کرنا حضور ﷺ کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ صحیح کے ساتھ غلط، سنت کے ساتھ بدعت، حق کے ساتھ باطل اور اہم کے ساتھ غیر اہم، اس طرح باہم خلط ملط ہو گئے ہیں، جن کا پہچاننا اور الگ کرنا بڑا ہی مشکل اور دشوار کام ہے۔

عبادات کی حیثیت کے بارے میں دو بنیادی مغالطے

تبلیغی نصاب میں، سنت کے ساتھ بدعت، حق کے ساتھ باطل کے دو متضاد مضامین ایک ساتھ، کیوں اور کن وجوہ سے جمع ہو گئے ہیں، ان پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین میں عبادات کی حیثیت، اور فضائل اعمال کی ترغیب میں ضعیف حدیث کے بیان اور اس پر عمل سے متعلق تاویل کے دو بنیادی مغالطوں پر مبنی ہیں۔

اوّلاً:۔ عبادات میں قیاس کے ذریعے اضافے اور نئے طریقے کو بدعت کے بجائے اجتہاد سمجھنے کا مغالطہ۔

ثانیاً:۔ فضائل اعمال کی ترغیب میں، ضعیف احادیث اور فرضی واقعات اور قصوں کے بیان کو غلط سمجھنے کے بجائے مفید سمجھنے کا مغالطہ۔

یہ دونوں مغالطے کیوں باطل اور غلط ہیں اور قرآن وسنت میں اس کے تفصیلی اور تشفی بخش دلائل کیا ہیں؟ ان کو جاننے کیلئے ہماری کتاب، ''دین میں بدعت اور اجتہاد کا دائرہ'' اور ''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کا شرعی حکم'' کا مطالعہ مفید اور اطمینان کا باعث ہوگا۔

احادیث کے بیان میں شیخ الحدیث کی بے احتیاطی کی چند مثالیں

تبلیغی نصاب میں، احادیث کے بیان میں صحابہ کرام کی احتیاط اور موجودہ زمانے کے علماء کی بے احتیاطی سے متعلق مضامین کو پڑھ کر، ہر شخص یہی سمجھے گا کہ محترم نے صحابہ کرامؓ اور محدثینؒ کے احتیاط کی پوری پوری اتباع کی ہوگی اور بے تحقیق اور عذاب جہنم کے خوف سے بے نیاز ہوکر، ہرگز کوئی حدیث بیان نہ کی ہوگی۔ لیکن محترم نے حدیث کے بیان میں احتیاط وذمہ داری کا کوئی بلند نمونہ اور مثال قائم کرنے کی بجائے، اسی غیر ذمہ داری اور بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا ہے، جس کی شکایت موصوف کو آج کے علماء سے ہے۔

جہاں ایک طرف احتیاط کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے محترم نے حدیث کے متن کے ساتھ، حدیث سے متعلق اپنی اور دوسرے محدثین کے رایوں کو عربی میں نقل کیا ہے تو وہیں کس مصلحت کی وجہ سے محترم نے حدیث کے ترجمے کے ساتھ حدیث کی حیثیت اور درجے کے بارے میں اپنی اور محدثین کی رایوں کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ جس میں حدیث کے بارے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ حدیث ''ضعیف ہے''۔ یہ ''غریب ہے''۔ یہ ''بہت زیادہ ضعیف ہے''۔ یہ ''موضوع (جعلی) ہے''۔ یہ باطل ہے، اس کے متن میں نکارت ہے، اس کا راوی ناقابل اعتبار ہے جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ''اس کا راوی جھوٹا ہے''، مجہول ہے وغیرہ وغیرہ، بھول سے ہوا ہے یا قصداً ایہ بات اللہ ہی جانتا ہے۔

اسی کے ساتھ ہی محترم نے یہ بے احتیاطی بھی کی ہے کہ حدیث کے متن اور حوالوں کے بغیر، صرف فضائل نماز کے باب میں تقریباً ایک سو پچاس مقامات پر ''حضور کا ارشاد ہے'' حدیث میں آتا ہے'' احادیث میں آیا ہے''۔ ''متعدد روایات میں آیا ہے''۔

اس طرح کی عبارت لکھ کر ہر طرح کی بات کو، بے تحقیق اور بلاخوف، حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے نقل کرتے چلے گئے ہیں جب کہ ظن وقیاس کی بنیاد پر حدیث بیان کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہے، بلکہ ظن وقیاس کی بنیاد پر صحیح حدیث کو بھی بیان کرنے والا گنہگار ہوگا۔ (فتنہ وضع حدیث ۴۰)

موضوع اور باطل احادیث کا بیان ہر حال میں گناہ ہے

ان سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ محترم نے مغالطہ آمیز تاویلات سے کام لے کر مثلاً: یعنی'' میں کہتا ہوں کہ دوسری مشہور احادیث اس کی تائید کرتی ہیں''۔ فضائل ذکر صفحہ ۶۹۔ ''میں کہتا ہوں کہ اس کے مفہوم کی روایات مرفوعاً آئی ہیں''۔ (فضائل ذکر صفحہ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۷، فضائل نماز صفحہ ۳۱) موضوع اور باطل احادیث کے بیان کرنے میں کسی قسم کی کوئی احتیاط یا جھجک محسوس نہیں کی ہے جب کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

مَن حدّث علیَّ حدیثاوھویری انه کذب فھو احدالکاذبین۔ (بخاری مسلم)

جس نے کوئی حدیث میری طرف منسوب کر کے بیان کی اوراسے معلوم ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹے لوگوں میں سے ایک ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ”موضوع حدیث کی روایت حرام ہے، اگر آدمی کو اس کا پتا ہے، قطع نظر اس کے کہ اس کا مضمون کیا ہے؟“ (دعوت دین کے علمی تقاضے ۱۵۱)

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی اتباع اور روشنی میں تمام محدثین اور فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جانتے اور سمجھتے ہوئے کسی بھی نیک مقصد وغرض کے لیے، خواہ معاملہ فرائض وواجبات کی ترغیب کا ہو یا سنت اور مستحب کی فضیلت کا، موضوع (جعلی) اور باطل احادیث کا بیان کرنا یا ان سے استدلال کرنا حضور ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ہے، جس کی سزا جہنم ہے۔ فقہاء ومحدثین کے درمیان بحث وگفتگو موضوع اور باطل احادیث کے بیان کے بارے میں ہے ہی نہیں، بلکہ اس بات پر ہے کہ فرائض وواجبات اور مسنون اعمال کے ترغیب کے لیے، ضعیف حدیث کو بیان کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بعض محدثین کی رائے میں ضعیف احادیث کا بیان اوران پر عمل ہر حال میں غلط ہے بعض چند شرطوں کے ساتھ ضعیف احادیث کے بیان اوران پر عمل کی اجازت دیتے ہیں، جنہیں حافظ ابن حجرؒ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ضعیف حدیث کے بیان وعمل کی شرائط

ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو (یعنی اس کا راوی بہت زیادہ جھوٹ بولنے اور فحش غلطیاں کرنے میں نمایاں نہ ہو اور نہ اس پر جھوٹے ہونے کا الزام ہو۔)

۲۔ دوم یہ کہ حدیث، شریعت کے عام قاعدے کے مطابق اوراس کی کسی اصل کے تحت آتی ہو۔ اسطرح وہ موضوع وباطل احادیث کی فہرت سے الگ ہوجاتی ہے جن کی شریعت میں حقیقتاً کوئی

اصل نہیں ہوتی۔

۳۔ سوم یہ کہ حدیث سمجھ کر عمل نہ کیا جائے یا نبی ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان نہ کیا جائے۔ اس طرح جھوٹی بات نبیٔ کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنے کے گناہ وجرم سے عامل بری الذمہ ہوجائے گا۔

امام شاطبیؒ ضعیف حدیث پر عمل وبیان کی شرائط کی بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ:

ضعیف حدیث پر عمل اوراس کے بیان کے بارے میں فقہاء محدثین کی یہ ساری شرطیں اور رخصتیں اس اصول پر مبنی ہیں کہ حدیث اصول شریعت کی کسی اصل کے خلاف نہ ہو، اوراگر حدیث اصول شریعت سے متصادم ہے تو مناسب اور بہتر بات ہے کہ شریعت کے اصول کے اصل کے ٹوٹنے کی وجہ سے اسے ترک کردیا جائے گا۔ اورایسی صورت حال میں اس کے ترک پر اجماع ہے اگرچہ ظاہری اعتبار سے وہ حدیث صحیح ہی کیوں نہ ہو۔“ (الاعتصام جلد ۱۷۹)

قرآن وحدیث سے متصادم حدیث کا بیان

نہایت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ محترم نے قرآن وسنت سے متصادم اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف، صرف موضوع اور باطل حدیث کے بیان کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا ہے بلکہ بے احتیاطی کی حدوانتہاء تو یہ ہے کہ بے خوف خود اپنی طرف سے مغالطہ آمیز اور بے اصل باتیں، رسول ﷺ کی طرف منسوب کی ہیں مثلاً:

فضائل ذکر صفحہ ۵۴ پر محترم نے حضور ﷺ کی طرف یہ بے اصل اور غلط بات منسوب کی ہے: (حضور ﷺ نے حج عمرہ اور جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے)۔ اور دلیل میں فضائل ذکر صفحہ ۱۴۴ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی ہے کہ:

”نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ فقراء ومہاجرین جمع ہوکر حاضر ہوئے اور عرض

کیا۔یارسول اللہ ﷺ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصے میں آ گئی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیوں!عرض کیا کہ نماز وروزہ میں، یہ ہمارے شریک ہیں، ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی، اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو، اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرلے۔صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیجیے۔ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر ۳۳، ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانے کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا تو فقراء دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا، یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے، اس کو کون روک سکتا ہے!(متفق علیہ)ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا۔اس میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لیے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے ''سبحان اللہ'' ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے، ''الحمدللہ'' ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے، بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہوجائے!حضور ﷺ نے فرمایا۔اگر حرام میں مبتلا ہوتو گناہ ہوگا یا نہیں۔صحابہ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔(فضائل ذکر صفحہ ۱۴۴۔۱۴۵)

قابل توجہ اور غور طلب بات یہ ہے کہ محترم نے نبیٔ کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے جو عام مژدہ سنایا ہے کہ ''حضور ﷺ نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے''۔ان احادیث میں ان عبادات کے عمومی بدل کا ذکر تو بڑی بات ہے اشارہ بھی موجود نہیں ہے اور نہ ہی ان احادیث سے وہ عمومی خوش خبری سنائی جاسکتی ہے، جسے محترم نے حضور ﷺ کے نام سے عوام

کو سنا دیا ہے۔یہ محترم کی اپنی سمجھ اور بات ہے جو انہوں نے حضور ﷺ کے نام سے منسوب کر کے بیان کر دیا ہے۔ان احادیث سے استدلال کر کے زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے، وہ یہ کہ حج سے معذور اور صدقہ کی استطاعت نہ رکھنے والے فقراء ومساکین کے لیے بھی اللہ نے اجر اور بلندی درجات کا دروازہ کھول رکھا ہے، جسے وہ اللہ کے ذکر سے حاصل کر سکتے ہیں نہ کہ صاحبِ استطاعت مالدار مؤمنین کے لیے بھی اللہ کا ذکر، صدقہ، حج اور جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل، قائم مقام اور بلندی درجات کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔اور خود فقراء ومساکین کے حق میں بھی اللہ کا ذکر صرف مالی عبادات کا بدل ہوسکتا ہے نہ کہ جہاد اور دوسری بدنی عبادات کا بدل، جیسا کہ محترم نے حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔

محترم نے اتنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ جہاد صدقہ اور نمازِ تہجد جیسی فرض اور نفلی عبادات سے راہِ فرار اختیار کرنے والے بزدل، بخیل اور کاہل کو عذاب الٰہی کی وعید سنانے کے بجائے، صرف سبحان اللہ وبحمدہ کے نفلی ومستحب ذکر کے عوض آخرت میں اللہ کے فضل اور بلندی درجات کی خوش خبری، ایک ضعیف اور باطل حدیث سے استدلال کر کے سنائی ہے۔ملاحظہ ہو:

(ترجمہ) ''نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو، اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ بکثرت پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کے بقدر سونا خرچ کر دینے سے بھی زیادہ محبوب ہے''۔

(رواہ الفریابی والطبرانی۔۔۔۔وھو حدیث غریب۔۔۔۔وضعفہ الجمھور)

شریعت کے عام قاعدے اور اصل سے متصادم، اس غریب اور ضعیف حدیث سے، محترم کا استدلال اور اس کا حاصل ملاحظہ ہو۔

''کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لیے بھی فضائل درجات کا

دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو جاگا نہیں جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا، اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لیے راستہ کھلا ہوا ہے۔ پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔'' (فضائل ذکر ۱۴۳)

بے اصل حدیث پر، محترم کے اس تشریحی نوٹ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ **سبحان اللہ وبحمدہ** کا مسنون ذکر، نماز تہجد، صدقات اور فریضہ جہاد جیسی اہم عبادات کا نعم البدل اور قائم مقام ہے۔ اور اگر کوئی شخص طاقت، قدرت اور استطاعت کے باوجود، کاہلی، بخیلی اور بزدلی کی وجہ سے ان عبادات کو ترک کر کے صرف سبحان اللہ وبحمدہ کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ اس کے لیے بھی نجات اور آخرت کی کامیابی کے ساتھ بلندی درجات کا دروازہ و راستہ کھلا ہوا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ کے ذکر کے عوض بخیل کو، محترم نے جو خوش خبری سنائی ہے اس کے بالکل برعکس بخیل اور بخل پر اُکسانے والوں کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے عذابِ جہنم کو وعید سنائی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں کہ ''بخیل اور بخل پر اُکسانے والوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (سورۂ نساء ۳۷) وہ ''حطمہ'' یعنی اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔ (سورۂ ہمزہ) ''اور اس دنیا میں اس سے خیر کی توفیق سلب کر کے صرف تکلیف والی زندگی ہی کی توفیق دیں گے اور اس کا مال اس کو جہنم میں جانے سے نہ بچا سکے گا۔'' (سورۂ الیل)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد بخیل کے بارے میں ملاحظہ ہو۔ جنت میں دھوکہ باز، بخیل اور احسان کر کے اس کو جتانے والے داخل نہ ہو سکیں گے۔'' (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی) ''دو بری عادتیں مؤمن میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ بخل اور بداخلاقی۔'' (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

نہایت دلچسپ بات تو یہ ہے کہ فضائل صدقات میں محترم نے خود بھی بخیل کو قرآن و رسول ﷺ کی یہی وعیدیں سنائی ہیں۔ بالخصوص فضائل صدقات صفحہ ۱۶۰۔۱۶۱ پر حضور ﷺ کی

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد محترم نے فوائد کے تحت جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ ہو:

''دوسری حدیث میں اس سے بھی بڑھ کر حضور ﷺ کا ارشاد ہے (شُح یعنی بخل کی اعلیٰ قسم) ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی (مشکوٰۃ) کہ ان دونوں چیزوں کا اجتماع گویا ضدین کا اجتماع ہے جیسا کہ آگ اور پانی کا جمع ہونا کہ کونسی چیز غالب ہوگی جو دوسرے کو فنا کر دے گی۔ اگر پانی غالب ہے آگ بجھا دے گا اور آگ غالب ہے تو پانی کو جلا دے گی۔ ایسے ہی یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے منافی ہیں جو بھی چیز غالب ہوگی رفتہ رفتہ دوسری کو فنا کر دے گی'' ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان صفات (یعنی دھوکہ، بخل اور احسان جتانا) کے ساتھ کوئی شخص بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔'' (فضائل صدقات ۱۶۱)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن رسول ﷺ اور علمائے دین سب اس بات پر متفق ہیں کہ بخیل اپنے بخل کے ساتھ، جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ایمان اور بخل کا ایک ساتھ جمع ہونا ناممکن ہے، تو آخر قرآن اور رسول ﷺ کے دین سے متصادم، وہ دوسرا دین کہاں سے ماخوذ ہے، جس کی رو سے بخل کے ساتھ بھی نہ صرف دین کی قدر اور آخرت کی فکر باقی رہتی ہے، بلکہ جنت کے حصول کا راستہ بھی کھلا رہتا ہے۔ کیا کوئی شخص بیک وقت ان دو متضاد اور باہم متصادم دینوں کو برحق مان کر، دونوں کی نمائندگی کر سکتا ہے؟ جیسا کہ محترم نے کیا ہے! اور مزید یہ کہ محترم کی ان دو متضاد باتوں اور سمجھ میں سے کوئی ایک بات ہی قرآن و سنت رسول ﷺ کے مطابق اور حق ہوسکتی ہے۔ دونوں کا ایک ساتھ حق ہونا ناممکن ہے کیوں کہ دونوں باتوں میں جھوٹ اور سچ، سفید اور سیاہ کا فرق ہے۔

باقی رہا جہاد (قتال) کا معاملہ تو جس وقت عام مسلمانوں پر جہاد (قتال) فرض ہو جاتا ہے، اس وقت طاقت و استطاعت کے باوجود جہاد سے فرار ہونے والے شخص کا ایمان و اسلام ہی معتبر نہیں رہتا۔

چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں کہ ''جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو اے نبی ﷺ! کبھی تم سے یہ درخواست نہ کریں گے کہ انہیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے

سے معاف رکھا جائے۔اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے۔جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں۔''(سورۂ توبہ آیت ۴۴۔۴۵)

جہاد میں شرکت سے گریز کرنے والے مؤمنین کو اللہ تعالیٰ یوں خبردار کرتے ہیں کہ ''اے ایمان لانے والو! تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔(سورۂ توبہ ۳۸۔۳۹)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے جہاد (قتال) کیا۔اور نہ اس کے دل میں جہاد کی نیت اور شوق ہی تھا تو اس کی موت نفاق کی ایک حالت پر ہوئی۔''(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں شک ہے اور جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی جہاد سے فرار اختیار کرتے ہیں۔حقیقی ایمان والے ہرگز ایسا نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جہاد کی نیت اور شوق کے بغیر مرنے والا النفاق کی ایک حالت پر مرتا ہے۔لیکن اللہ ورسول کی ان تعلیمات کے بالکل برعکس، محترم کس قرآن ورسول کی تعلیم سے استطاعت کے باوجود فریضہ جہاد سے فرار اختیار کرنے والوں کو یہ خوش خبری سنا رہے ہیں؟ کہ کس قدر اللہ کا فضل ہے، ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لیے، فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا.......... بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا، (تو پریشانی کی کوئی بات نہیں) اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے، آخرت کی فکر ہے تو اس کے لیے (جنت کا) راستہ کھلا ہوا ہے۔ پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے علاوہ اور کیا ہے۔'' (فضائل ذکر ۱۴۳)

دین اسلام میں اللہ ورسول کے عائد کردہ فرائض ومستحبات کے، اس آسان اور بہترین نعم البدل کے بعد کوئی احمق ہی ہوگا جو ان فرائض کی ادائیگی میں ''محنت ومشقت'' مال کی قربانی اور جان کی بازی لگائے گا۔مقصد تو جنت کا حصول ہے اور وہ آرام سے، گھر کے ایک گوشے میں بیٹھ کر صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہو سکتی ہے۔کیا ایسا شخص جو ذکر کو دین اسلام کے تمام فرائض، واجبات اور مستحبات کا قائم مقام اور نعم البدل سمجھ رہا ہے، ان فرائض وعبادات کے ساتھ انصاف کر سکتا ہے جو دین میں مطلوب ہے؟

فریضہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا نعم البدل چاشت کی نماز ہے

طاقت واستطاعت کے باوجود، محترم نے صرف ذکر کو ہی فریضہ جہاد، صدقہ اور نماز تہجد جیسی عبادات کا نعم البدل اور قائم مقام بنانے پر اکتفاء نہیں کیا ہے، بلکہ فضائل صدقات ۲۰۹ پر محترم نے فریضہ امر بالمعروف والنہی المنکر کا قائم مقام چاشت کی دو رکعت نماز کو قرار دینے کے لیے جن دو احادیث کو ادھورا نقل کر کے استدلال کیا ہے، ان میں سے پہلی حدیث میں (فان لم تجد) کے الفاظ موجود ہیں یعنی جو ان عبادات کی ادائیگی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے، چاشت کی دو رکعت نماز اجر وثواب میں ان عبادات کا قائم مقام ہے لیکن خدا جانے کیوں محترم نے (فان لم تجد) کا ترجمہ نہیں کیا ہے بھول سے ایسا ہوا ہے یا حدیث کے یہ الفاظ محترم کو اپنا مغالطہ آمیز استدلال، نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں مانع تھے۔یہ بات اللہ علیم بذات الصدور ہی کو معلوم ہے!حضور ﷺ کا ارشاد ملاحظہ ہو:

قال !فی الانسان ثلث مائة و ستون مفصلا فعلیه ان یتصدق عن کل مفصل منه بصدقة قالوا ومن یطیق ذلک یانبی اللہ صلی اللہ ،قال النخاعة فی المسجدتدفنها والشی تنحیه عن الطریق، فان لم تجدفر کعتا الضحیٰ تجزئک۔ (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے اندر تین سوساٹھ جوڑ ہیں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ کرے۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ اتنے صدقات روزانہ ادا کرنے کی کس کو طاقت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں تھوک وغیرہ پڑا ہو، اس پر مٹی ڈال دینا صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعت نماز سب صدقوں کے برابر ہوسکتی ہے۔ (مشکوٰۃ۔ابوداؤد)

محترم شیخ الحدیث کے ترجمہ سے واضح ہوتا ہے کہ محترم نے (فان لم تجدہ) کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ یعنی جو ان عبادات کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ تو چاشت کی نماز ان سب صدقوں کے برابر ہوسکتی ہے۔

دوسری حدیث میں بلاشبہ" فان لم تجد" کے الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن کسی ایک موضوع پر نبیٔ کریم ﷺ کی ارشاد فرمائی ہوئی متعدد اور مختلف باتوں (حدیث) میں سے صرف ایک بات کو ان سب باتوں سے الگ کر کے کوئی استدلال کرنا غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایک موضوع پر حضور ﷺ کی فرمائی ہوئی ساری باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی استدلال کرنا یا مسئلہ بیان کرنا صحیح اور درست ہے، اس لیے عدم استطاعت اور معذوری کا ذکر کیے بغیر مطلقاً امر بالمعروف والنہی عن المنکر جیسے فریضے کا قائم مقام، چاشت کی دو رکعت نماز کو قرار دینا، مغالطہ آمیز اور حضور کی طرف غلط اور بے محل بات منسوب کرنا ہے۔ اور جہاں تک امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے فریضے کا تعلق ہے تو وہ ایسا اہم فریضہ ہے کہ معذور کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ منکر کو دل سے بُرا سمجھے اور منکر میں ملوث شخص یا جماعت سے دوستانہ تعلق نہ رکھے۔ ورنہ وہ بھی اللہ کی لعنت اور غضب کا مستحق ہو جائے گا۔

خود فضائل تبلیغ میں اس فریضے کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے محترم نے جو احادیث نقل کی ہیں اُن میں سے چند ملاحظہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

تم میں سے جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ سے بدل دے، اور اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہیں ہے تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے پست درجہ ہے۔ (مسلم)

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: 'لاالٰہ الااللّٰہ' اپنے کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا دفع کرتا ہے جب تک اس کے حقوق بے پروائی اور استخفاف نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے حقوق سے بے پروائی اور استخفاف کیے جانے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں، کھلے طور پر ہو رہی ہوں اور ان کو بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔" (رواہ الاصبہانی فی الترغیب)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم ضرور امر باالمعرف والنھی عن المنکر کرتے رہو اور ضرور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور ضرور حق بات کی طرف لاتے رہو، ورنہ تمہارے دل بھی اسی طرح غلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کر دیئے گئے، اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان (بنی اسرائیل) پر لعنت کی گئی۔" (مشکوٰۃ)

آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، تم امر بالمعروف والنہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور وہ پورا نہ کیا جائے، تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد مانگو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔

(ابن ماجہ وابن حبان) فضائل تبلیغ ۱۴

سوال پیدا ہوتا ہے کہ امر بالمعروف والنہی المنکر کے فریضے کی اہمیت واضح کرنے والے، نبیٔ کریم ﷺ کے ان ارشادات کی موجودگی میں، بالخصوص نہی عن المنکر کے فریضے کو ترک کر دینے کی صورت میں (بنی اسرائیل کی طرح) مؤمنین پر بھی اللہ کی لعنت کی خبر اور بار الٰہی سے دعاؤں اور سوالوں کے رد کیے جانے کی وعید، دشمنوں کے مقابلے میں اللہ کی مدد سے محرومی کے اعلان کے بعد، کیا کسی عالم اور

جماعت کے لیے یہ درست اور جائز ہوسکتا ہے کہ وہ نہی عن المنکر کے فریضے کو ہمیشہ کے لیے تبلیغ دین سے خارج کردے؟ نہیں، ہرگز نہیں ایسا کرنا انتہائی غلط کام ہے، ایک عام آدمی کا جواب ہوگا۔

موجودہ زمانے میں فریضہ نہی عن المنکر تبلیغ دین سے مستقلاً خارج ہے

لیکن نہایت عبرت کا مقام ہے کہ تبلیغی نصاب میں، چاشت کی نماز اور فریضہ نہی المنکر کے تعلق سے شاید محترم کے ایسے ہی بے اصل اور مغالطہ آمیز استدلال و بیان سے متاثر ہوکر تبلیغی جماعت نے، چاشت کی نماز کے اہتمام کو تو پوری مستعدی سے اپنا لیا ہے۔لیکن فریضہ نہی عن المنکر کو مستقلاً، اصول کے طور پر، تبلیغ دین سے خارج کردیا ہے۔اور اپنے اس انتہائی غلط اور افسوسناک فعل کو بارگاہِ الٰہی کا مقبول اور محبوب فعل ثابت کرنے کے لیے جماعت کے ایک ذمہ دار بزرگ نے، جس بات اور واقعہ کو دلیل میں پیش کیا ہے، وہ بجائے خود اللہ ورسول ﷺ کے دین کے خلاف ایک بے جا جسارت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے ملاحظہ ہو:

"اللہ نے محض اپنے لطف وکرم سے اس گمراہی کے دور میں ہدایت پر آنے کے اصول آپ (مولانا الیاسؒ) پر الہام فرمائے۔ ان کے ملنے کے بعد آپ کے چہرۂ پُر انوار کا پرتو محسوس کیا گیا، اور آپ کی طبیعت میں سکون اور طمانیت محسوس ہونے لگی اور آپ پر تقاضا ہوگیا کہ جلد ہندوستان چلنا ہے۔(تبلیغ کا مقامی کام صفحہ ۴۷)

'گمراہی کے اس دور میں ہدایت پر آنے کے جن اصولوں کو اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاسؒ پر الہام فرمایا تھا۔ان میں ایک اہم اصول یہ ہے کہ" معروف کی دعوت دینا اور منکر کو نہ چھیڑنا۔" (تبلیغی تحریک کا ابتدائی اور بنیادی اصول ص ۴۲)

ان الہامی اصولوں پر عمل کے تعلق سے بعد کے لوگوں پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

"اصل بات یہ ہے کہ اصولوں کا متن حضرت مولانا الیاس صاحبؒ پر اللہ تعالیٰ نے کھولا تھا اور ان کی تشریح حضرت مولانا یوسفؒ سے کرائی تھی۔اب بعد والوں کی ذمہ داری ہے کہ ان کو معلوم کرتے رہیں اور ان پر جم کر کام کریں۔کیوں کہ اصل اصول وہی ہیں جو حضرت بتلا گئے ہیں"۔ (تبلیغ کا مقامی کام صفحہ ۴۲)

مولانا الیاسؒ پر نازل کیے گئے، اس اصول کے تعلق سے نہایت اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن وسنت سے ماخوذ، تبلیغ دین کے ایک نہایت ہی اہم فریضے، نہی عن المنکر کو، مولانا پر نازل الہام کے ذریعے عارضی اور وقتی نہیں، بلکہ مستقلاً، اصول کے طور پر، منسوخ اور کالعدم کرنے کا حق، آخر قرآن وسنت کی کس نص اور دلیل کی بنیاد پر، تبلیغی جماعت یا اس کے کسی بزرگ کو حاصل ہوگیا؟

کس نص اور دلیل کی بنیاد پر دعویٰ کیا جارہا ہے کہ گمراہی کے اس دور میں انسانوں کی ہدایت کے لیے منکر کو نہ چھیڑنے کا اُصول ہی اصل ہے؟ اس لیے بعد والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان اصل اصول کو جاننے کے لیے (قرآن وسنت کے بجائے) مولانا الیاس اور مولانا یوسفؒ کی طرف رجوع کریں۔اور ان پر جم کر کام کریں؟

کیا قرآن وسنت سے ماخوذ کسی فریضہ یا اصول کو کسی بزرگ کے الہام کے ذریعہ منسوخ یا کم کیا جاسکتا ہے؟ کیا قرآن وسنت بزرگ کے الہام کے تابع ہیں؟

قرآنی فریضہ نہی عن المنکر (برائی سے روکنے کا فریضہ) کو مستقلاً، اصول کے طور پر تبلیغ دین سے خارج کرکے، اس کے مقام پر، نعم البدل کی حیثیت سے، منکر کو نہ چھیڑنے کے اصول کو تبلیغ دین کا مستقبل جزبنا دینے والے اللہ کی رضا وخوشنودی کے حصول کا کام کررہے ہیں؟ یا اللہ کے غضب اور عذاب کو دعوت دے رہے ہیں؟

کاش یہ حضرات اپنے ان دعوؤں سے پیدا ہونے والے سوالات اور ان کے منطقی نتائج پر ذرا سا غور فرمالیتے تو ہرگز ایسے باطل دعوے نہ کرتے، کیوں کہ بنی اسرائیل کے علماء اور مشائخ کا

فریضہ نہی عن المنکر کو تبلیغ دین سے خارج کرنا ہی وہ جرم تھا، جسے اللہ نے گناہ اور نافرمانی، بُرا فعل اور حد سے تجاوز قرار دیا ہے، اس لیے کہ ان لوگوں نے منکرات (برائیوں)، میں ڈوبی ہوئی اپنی قوم کی برائیوں کی طرف سے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ اور ان کو منکر (برائی) سے نہیں روکتے تھے۔ منکر کو نہ چھیڑنے کے اسی فعل پر اللہ نے داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زبانوں سے ان پر لعنت کروائی جس پر قرآن کریم کی درج ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ (المائدہ ۶۳)

ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ یقیناً بہت ہی بُرا کارنامہ زندگی ہے جو وہ تیار کررہے ہیں۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ (المائدہ ۷۸۔۷۹)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی۔ ان پر داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی۔ کیوں کہ وہ سرکش و نافرمان ہوگئے تھے اور حد سے تجاوز کرنے لگے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو برے کاموں کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ یقیناً بُرا طرز عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔

حدیث کے مضمون سے غلط اور من پسند استدلال کا نمونہ۔

بلا احتیاط حدیث کا بیان اور اس کے مضمون سے من پسند استدلال کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

''حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانے میں مؤمنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی، یعنی تسبیح

وتقدس (سبحان اللہ وغیرہ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا، حق تعالیٰ شانہ، اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کردیں گے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیئے گزارہ ممکن ہوسکتا ہے۔ اور دجال کے زمانہ میں عام مؤمنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں تو خواص کو اس حالت کا میسر ہوجانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لیے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔'' (فضائل ذکر ۱۶۷۔۱۶۸)

محترم نے اپنے معمول کے مطابق پہلی بے احتیاطی تو یہ کی ہے کہ حدیث کہاں سے ماخوذ ہے اور حدیث کا درجہ بیان نہیں کیا:

دوسری بے احتیاطی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے الفاظ اور اپنی تشریح دونوں کو باہم گڈمڈ کردیا ہے اور ان کو الگ کرنے والی کوئی علامت نہیں لگائی ہے۔

تیسری اور سب سے زیادہ سنگین بات یہ ہے کہ محترم نے حضور ﷺ کی طرف جو حدیث منسوب کی ہے، اگر وہ صحیح ہے تو اس سے صرف اور فقط دجال کے زمانے میں مؤمنین کی غذا کی خبر ثابت ہوتی ہے، نہ کہ دجال کے زمانے سے پہلے یا اس کے بعد کے زمانوں میں مؤمنین کی غذا کی خبر، جیسا کہ محترم نے اپنی تشریح سے باور کرایا ہے۔ لیکن محترم نے خدا کے حضور جواب دہی کے خوف سے بالکل بے پروا ہوکر، دجال کے زمانے کی مخصوص خبر کا اطلاق، اگلے پچھلے سارے زمانوں پر کرکے اس حدیث سے یہ بالکل غلط نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہوسکتا ہے۔'' اس لیے بزرگوں کی طرف منسوب، بغیر کھائے پیئے کئی کئی دن گزار دینے کے واقعات یقیناً سچے اور قابل قبول ہیں۔'' اس غلط اور بے محل تاویل سے محترم نے اپنی خود ساختہ اور بے اصل بات کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنے میں کوئی جھجک اور خوف نہیں محسوس کیا ہے۔

رہبانیت کے حق میں قرآن سے استدلال

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کم از کم قول اور ایمان کی حد تک امت مسلمہ کے درمیان کوئی اختلاف اور اشکال نہیں ہے۔ کیوں کہ اسلام میں جنسِ رہبانیت کی نفی پر دلالت کرنے والی، اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات نہایت واضح اور قطعی ہیں۔ رہبانیت فطرتِ انسانی سے متصادم اور دنیا میں، اہل ایمان کے لیے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے انحراف ہے۔ جس پر اللہ نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے، قرآن میں ارشاد فرمایا:

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَاتَعْتَدُوْا ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (المائدہ۔۸۷)

'' اے ایمان لانے والو جو پاک چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ کو حدود توڑنے والے سخت ناپسند ہیں''۔

زیب و زینت کا سامان اور پاک رزق جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مہیا کر رکھا ہے اس کے استعمال اور اس سے استفادے کو فلاح آخرت اور رضائے الٰہی کے منافی سمجھنے والوں کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو اندازِ بیان اختیار فرمایا ہے وہ ملاحظہ ہو:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ قُلْ ھِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا خَالِصَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (الاعراف۔۳۲)

'' اے نبی ﷺ! ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا! اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو! یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی۔

دین اسلام میں جنس رہبانیت کی نفی کرتے ہوئے، نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَارَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ '' اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔''(مسند احمد)

اسلام میں رہبانیت کا بدل کیا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

'' امت مسلمہ کی رہبانیت، اللہ کے راستے میں اس کا جہاد ہے۔''(مسند احمد۔ مسند ابی یعلیٰ)

لیکن قرآن و حدیث کی تعلیم و ہدایت کے بالکل برعکس اور اس کے بالمقابل، رہبانیت کے ثبوت میں محترم قرآنی آیات کی جو بے محل اور غلط تاویل کرتے ہیں، اس کی زد براہِ راست اللہ اور اس کے رسول پر پڑتی ہے۔ کیونکہ قرآن کے حقیقی منشاء و مدعا کے عین مطابق، اللہ کی رہنمائی میں دینِ محمدی کی تعلیم پر مامور، اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ '' اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔''(مسند احمد)

یہ کسی فقیہ، مجتہد یا عالم کا قول نہیں ہے کہ جس میں غلط فہمی یا اشکال کا شائبہ پائے جانے کی کوئی گنجائش ہو، بلکہ یہ ہادی اعظم ﷺ کا قول ہے لیکن اس کے باوجود قرآن سے رہبانیت کے اثبات میں محترم کی بحث اور تاویل کی جسارت ملاحظہ ہو۔

'' ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دین محمدی میں رہبانیت کی تعلیم نہیں ہے۔ اس میں دین و دنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے۔'' ارشاد باری عزاسمہ ہے۔ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

'' اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے گویا تمام قرآن پاک میں عمل کے لیے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔''فضائل تبلیغ ص ۱۷)........... مذکورہ بالا آیت کی صحیح تفسیر سمجھانے کے بعد، رہبانیت کے ثبوت میں قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے استدلال کرتے ہوئے محترم سوال کرتے ہیں کہ:

'' میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآن پاک میں یہ آیت یعنی رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا .... الخ۔ نازل ہوئی ہے اسی کلام پاک میں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۱۸۔۱۹ بھی ہے۔ اسی کلام پاک میں

سورۂ انعام آیت ۳۲۔ ۷۰، سورۂ انفال آیت ۶۷، سورۂ توبہ آیت ۳۸، سورۂ ہود آیت ۱۵۔ ۱۶ سورۂ رعد آیت ۲۶، سورۂ نحل ۱۰۷ کی آیات بھی ہیں ......محترم مندرجہ بالا آیات کی وضاحت اور تشریح کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''اور مقصود سب (آیات) کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں؟ (فضائل تبلیغ ۱۸)

محترم نے مندرجہ بالا قرآنی آیات کا جو مقصود بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ یقیناً دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے دنیا پرست تباہ و برباد ہونے والے ہیں، لیکن ان آیات سے کس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام میں رہبانیت (ترک دنیا، ترک لذات) ہے؟ دنیا پرستی کی تردید اور نفی سے ترک دنیا اور رہبانیت کا اثبات کس دلیل سے ہو گیا، جب کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ کیا حضور ﷺ کا ارشاد قرآن کے خلاف بھی ہو سکتا ہے، یا خود قرآن کے مضامین میں باہمی تضاد اور ٹکراؤ بھی پایا جاتا ہے؟ جب کہ یہ بات مسلم اور قرآن ہی سے ثابت ہے کہ اللہ کا کلام، تضاد بیانی سے پاک ہے جس پر قرآن کی یہ آیت دلالت کرتی ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ (سورۂ نساء۔ ۸۲)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور و تدبر نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی''۔

نبی کریم ﷺ نے اسی بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ''اللہ کی کتاب کے ایک حصے سے دوسرے حصے کے خلاف استدلال کی وجہ سے ہی، تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں، حقیقت میں اللہ کی کتاب کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ اس لیے تم ایک حصے سے دوسرے حصہ کی تکذیب نہ کرو، اللہ کی کتاب کے جس حصے کو سمجھ لو اس کو بیان کرو، اور جس کو نہ سمجھو اس کو اللہ کے سپرد کر دو۔'' (مسند احمد)

یہ ہے وہ دلیل جس سے رہبانیت کے حق میں محترم کا قرآن سے استدلال خود قرآن کے خلاف اور نبی کریم ﷺ کی حدیث سے متصادم ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ایک طرف دین اسلام میں دنیا پرستی اگر خدا کے غضب کا موجب ہے، تو دوسری طرف رہبانیت گمراہی اور ضلالت ہے۔ اور ان دونوں انتہاؤں کے درمیان توازن و اعتدال کا نام اسلام ہے جس میں نہ رہبانیت ہے اور نہ دنیا پرستی۔

صحیح حدیث سے متصادم خواب کے عمل کی عنداللہ مقبولیت :

دین اسلام میں جمعہ کے دن کی مخصوص فضیلت کے پیش نظر، آنحضرت ﷺ کی درج ذیل خصوصی ہدایت کا مقصد و مدعا صرف یہ ہے کہ امت، جمعہ کے دن و رات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ عبادات کے علاوہ کچھ دوسری نفلی اور مستحب عبادات کے لیے مخصوص نہ کرے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لاتختصوا ليلة الجمعه بقيام من بين الليالى ولا تختصو يوم الجمعة بصيام من بين الايام ، الاان يكون فى صوم يصومه احدكم (مسلم)۔ ''ترجمہ: عام راتوں میں سے صرف جمعہ کی رات کو نفلی نماز کے لیے مخصوص نہ کرو، اور نہ عام دنوں میں سے صرف جمعہ ہی کے دن کو نفلی روزہ کے لیے مخصوص کرو البتہ اگر کوئی معمولاً روزہ رکھ رہا ہے اور درمیان میں جمعہ کا دن آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں''۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ کے نزدیک اس ہدایت کی اہمیت کیا تھی، اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے، جسے امام بخاریؒ نے حضرت جویریہؓ بنت حارث کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ''جمعہ کے دن آپ ﷺ حضرت جویریہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو روزے سے دیکھ کر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا کل بھی آپ روزے سے تھیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ حضور ﷺ نے پھر سوال کیا کہ کیا کل بھی روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ حضور ﷺ نے ان کو روزہ توڑنے کا حکم دیا اور روزہ افطار کرا دیا۔'' (بخاری)

حضور ﷺ کی اس حدیث سے علماء وفقہا نے چند اصول اور کلی قاعدے اخذ کیے ہیں جن کی مدد سے ، ہزاروں نئے مسائل وجزئیات میں شریعت کا حکم اور منشاء معلوم کیا جاسکتا ہے جن میں دو اہم اصول اور قاعدے یہ ہیں ۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جس عبادت یا عمل کو کسی خاص قید..........یعنی دن وقت اور تعداد کی تفصیلات .... کے ساتھ مقرر فرمایا ہے اس کو ہو بہو اسی قید اور تفصیل کے ساتھ ادا کیا جائے ۔ اور جس عبادت یا عمل کو آپ ﷺ نے عام رکھا ہے ....یعنی دن ، وقت اور تعداد کی قید نہیں لگائی ہے ....اس میں اپنی پسند ورائے سے کسی خاص دن ، وقت اور تعداد وغیرہ کی قید کا اضافہ نہ کیا جائے ۔ ورنہ حضور ﷺ کے حکم کا منشاء تبدیل ہوجائے گا اور وہ عبادت یا عمل بدعت وضلالت کے حکم میں داخل ہوجائے گا۔

دوسرا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ محرک داعیہ ، موقع اور قدرت واستطاعت کے باوجود جس عبادت یا عمل کی اصل وبنیاد قرون ثلاثہ..........یعنی حضور ﷺ ، صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانے ....میں موجود نہ ہو تو بعد کے زمانے کے علماء وفقہاء کا ایسی کسی بھی عبادت کو رواج دینا بدعت وضلالت ہے ۔ خواہ وہ عبادت بذات خود مستحب ہی کیوں نہ ہو۔

ایک محدث کی حیثیت سے محترمؒ کی یہ ذمہ داری تھی کہ حضور ﷺ کی اس حدیث اور اس سے ماخوذ علماء وفقہاء کے اصولوں وقاعدوں کے خلاف ،تبلیغی نصاب میں کچھ بھی نہ لکھتے ۔ لیکن محترمؒ کی احتیاط ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ کی مندرجہ بالا حدیث اور اس سے ماخوذ علماء وفقہاء کے قاعدوں واصولوں کو ایک خواب کے ذریعہ عملاً کالعدم کردیا ۔ اور عام لوگوں کو یہ سمجھا دیا کہ عام نفلی عبادات کے لیے جمعہ کے دن ورات کو مخصوص کرنے کے بارے میں صحیح بات ومسئلہ وہ نہیں ہے جو حضور ﷺ کی حدیث سے علماء وفقہا نے اخذ کیا ہے ، بلکہ حضور ﷺ نے ، ایک شخص کو خواب میں جو بشارت سنائی ہے ۔ اس سے حدیث پر عمل منسوخ ہوچکا ہے اور جمعہ کے دن ورات کو عام نفلی عبادات کے لیے مخصوص کرنا نہ صرف مستحب ہوگیا ہے ، بلکہ بلندی درجات کے لیے ایسا کرنا لازم وضروری بھی

ہے حدیث کے حکم کو منسوخ وتبدیل کرنے والے خواب کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

’’ محمد بن مالکؒ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں قاری ابوبکرؒ بن مجاہد کے پاس پڑھنے گیا ۔ ایک دن تعلیم کے دوران ایک سائل نے شیخ ابوبکرؒ سے کچھ سوال کیا ۔ شیخ کو سائل کی حالت پر کافی رنج ہوا اور غم ہی کی حالت میں شیخ کہتے ہیں کہ میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اتنا رنج کیوں ہے؟ علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جاؤ اور اس کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ علامت بتانا کہ تو ہر جمعہ کی رات کو اس وقت تک نہیں سوتا ، جب تک کہ مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود نہ پڑھ لے ۔ اور اس جمعہ کی رات میں تو نے سات سو پڑھا تھا کہ بادشاہ کا بلاوا آ گیا اور تو وہاں چلا گیا ، اور وہاں سے آنے کے بعد تو نے اس تعداد کو پورا کیا ۔ یہ علامت بتانے کے بعد اس سے کہنا کہ اس سائل کو سو دینار دیدے ۔ تاکہ یہ اپنی ضرورت پر خرچ کرلے ۔ قاری ابوبکرؒ وزیر کے پاس گئے سارا قصہ وعلامت سنائی وزیر بہت خوش ہوا اور بتایا کہ ہر جمعہ کی رات میں درود پڑھنا ایک راز تھا ، جس کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا ، لیکن تم نے مجھے اس کی بشارت سنائی کہ حضور ﷺ کو میرے درود پڑھنے کی اطلاع ہے ۔ اس لیے تم سو دینار کے بجائے ایک ہزار دینار لو ، مگر انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں صرف سو دینار لوں گا جس کا حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے ۔ (فضائل درود شریف ۱۰۳ بحوالہ بدیع)

آخری بات:

بلا تامل ، بے تحقیق ہر طرح کی حدیث کو بیان کرنے اور ان کی من مانی تاویل کرنے میں ، محترم شیخ الحدیثؒ کی بے احتیاطی کی یہ صرف چند مثالیں ہیں جس سے ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ ، قرآن واحادیثِ صحیح کے خلاف اور اس سے متصادم کتنا کچھ مواد ، حدیث اور بزرگوں کے نام سے ، تبلیغی نصاب میں ایک ساتھ جمع کردیا گیا ہے ۔ جس کی وجہ سے دینِ اسلام

میں نبی کریم ﷺ کے قائم کردہ ،فرائض ومستحبات کا وہ محمود اور مطلوب توازن درہم برہم ہوگیا جسے قائم کرنا آپ ﷺ کے فرض منصبی میں داخل تھا۔مستحب فرض بن گیا ہے تو فرض ،نفل اور مستحب کے درجے میں پہنچ گیا ہے۔

تبلیغی نصاب میں اتباع
رسول ﷺ سے متصادم روایات

اہل اللہ کون ہیں؟

اللہ والوں کی پہچان کیا ہے اسے بیان کرتے ہوئے محترم شیخ الحدیث لکھتے ہیں ،اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے ،حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو امت کی ہدایت کیلئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے ۔اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غُفُوْرٌ الرَّحِيْمُ۔

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کردیں گے اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہیں ۔(بیان القرآن) لہٰذا جو شخص اتباعِ سنت سے جس قدر دور ہو وہ قربِ الٰہی سے بھی اُسی قدر دور ہے۔'' (فضائل تبلیغ ۲۹)

قرآن اور سنتِ رسول ﷺ سے متصادم روایات

لیکن اہل اللہ کی اس بے مثال تحقیق کے ساتھ محترم نے تبلیغی نصاب میں اتباعِ رسولؐ سے

متصادم، مبالغہ آمیز اور تشدد پر مبنی نفلی عبادات کی انہی صورتوں اور شکلوں کو جن سے آپ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو سختی سے روکا، فلاح آخرت کے حصول کے لیے مثالی تقلید عمل کی حیثیت سے نہ صرف یہ کہ پیش کیا ہے، بلکہ اپنے اور قارئین تبلیغی نصاب کے لیے انہی غیر مسنون اور ممنوع اعمال کی توفیق اور اتباع کی دعا بھی اللہ تعالیٰ سے مانگی ہے، جن میں سے چند کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

❖ مثلاً! حضرت عثمانؓ تمام رات جاگتے اور ہر رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرلیتے۔(فضائل صحابہؓ ص ۵۷ بلاحوالہ)

❖ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔(فضائل قرآن ص ۴۴ بلاحوالہ)

❖ حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گزار دیتے۔(فضائل رمضان ۳۹ بلاحوالہ)

❖ حضرت قتادہؒ رمضان کی آخری عشرے میں ہر رات ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔
(فضائل رمضان ۳۹ بلاحوالہ)

❖ حضرت سعید بن المسیبؒ نے پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وضو سے پڑھی۔
(فضائل نماز ص ۶۶ بحوالہ اتحاف)

❖ حضرت زین العابدینؒ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا۔(فضائل نماز ص ۸۱ نزہۃ البساتین)

❖ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور اور معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹانا ہے۔(فضائل رمضان ۳۹ بلاحوالہ)

❖ امام غزالیؒ نے چالیس تابعیوں کا تواتر کے ساتھ یہ عمل ثابت کیا ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے اور ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔(فضائل نماز ص ۶۶ (اتحاف)

❖ امام شافعیؒ کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ (فضائل نماز ص ۶۶ بلا حوالہ)

❖ شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادت ختم قرآن میں مختلف تھی بعض ایک ختم .... بعض دو ختم .... اور بعض تین ختم تو بعض اس سے بھی زیادہ .... آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے .... مگر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''تین دن سے کم میں (قرآن) ختم کرنے والا تدبر نہیں کرسکتا، (حدیث) اسی وجہ سے ابن حزمؒ وغیرہ علماء نے تین دن سے کم میں ختم قرآن کو حرام بتلایا ہے۔ بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف بااعتبار اکثر افراد کے ہے۔ اس لیے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا ثابت ہے (فضائل قرآن ص ۴۴ حوالہ ندارد)

❖ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت کھڑے ہوکر پڑھتے، جب کھڑے ہونے سے عاجز ہوجاتے، تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے (فضائل صدقات ص ۴۲۷ بلا حوالہ)

❖ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطیؒ سے زیادہ عبادت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اٹھانوے برس تک کسی نے ان کو مرض الموت کے علاوہ لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔ (فضائل صدقات ۴۲۸ بلا حوالہ)

❖ حضرت کہمس بن حسنؒ ہر رات ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (فضائل صدقات ص ۴۲۹ بلا حوالہ)

❖ حضرت اویس قرنیؒ کو ایک شخص نے کھائے پیئے اور حاجت ضروریہ کے بغیر، فجر کی نماز سے، دوسرے دن فجر کی نماز تک مسلسل چوبیس گھنٹے مختلف عبادات میں مشغول دیکھا۔ (فضائل صدقات ص ۴۲۹ بلا حوالہ)

❖ حضرت ابوبکر عیاشؒ چالیس برس تک بستر پر نہیں لیٹے۔ (فضائل صدقات ص ۴۳۰ بلا حوالہ)

❖ ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن ایک ہی وضو سے نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس تک مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئیں۔ (فضائل نماز ص ۶۴ بلا حوالہ)

❖ ابراہیم بن ادہمؒ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے تھے اور نہ رات کو ہی۔ (فضائل رمضان ص ۳۹ بلا حوالہ)

❖ ہمارے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قول جمیل میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے سلوک میں، میں ایک سانس میں دوسومرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا کرتا تھا۔ (فضائل ذکر ص ۸۴)

❖ صوفیہ کے لیے اللہ کے نام کے ذکر کی کم سے کم مقدار پچیس ہزار، اور لاالٰـــہ کے ذکر کی مقدار پانچ ہزار ہے، زیادہ کے لیے کوئی حد نہیں ہے۔ (فضائل ذکر ص ۸۴ بلا حوالہ)

❖ کرز بن دبرہؒ نامی ایک بزرگ کا معمول، ہمیشہ ستر طواف دن میں اور ستر طواف رات میں کرنے کا تھا جس کی مسافت تیس میل روزانہ ہوتی ہے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت فی طواف کے حساب سے کل دوسو اسی رکعتیں پڑھتے تھے ان کے علاوہ روزانہ دو قرآن کریم بھی ختم کرنے کا معمول تھا یہی لوگ ہیں جو آخرت کی دائمی زندگی کے لیے بہت کچھ کما کرلے جاتے ہیں۔ (فضائل حج ۷۷ بلا حوالہ)

❖ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات، توفیق والوں کے کتب تاریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے، نمونہ ومثال کے لیے یہی کافی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ حصہ اپنے لطف وفضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین (فضائل نماز ۶۷)

سنت رسول ﷺ سے متصادم اور ممنوع اعمال کے یہ چند واقعات ہم نے نمونہ ومثال کے طور پر یہ بتانے کے لیے پیش کیے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نفلی عبادات میں غلو وتشدد پر مبنی اسی طرح کے واقعات کو نصاریٰ کا عمل قرار دیکر صحابہؓ کرام کو اس سے بچنے کا نہ صرف واضح اور صریح حکم دیا ہے، بلکہ نصاریٰ کی دینی اور دنیوی بربادی کا ذمہ دار انہیں اعمال کو قرار دیا ہے۔ اور جب کبھی آپ ﷺ نے اپنے کسی ساتھی کو افراط وتفریط میں مبتلا دیکھا تو نہ صرف اس سے منع فرمایا، بلکہ

اتباعِ سنت سے انحراف کی صورت میں دین اسلام سے نکل جانے کے ساتھ ساتھ، آپ ﷺ نے یہ ہدایت بھی دی۔

نفلی عبادات میں اعتدال فرض ہے!

❖ **یاایھاالناس علیکم بالقصد والقسط فان اللہ لن یمل حتی تملوا۔**

(الاعتصام جلد ۱ ص۲۴۸)

''اے لوگو! (نفلی عبادات میں) تم پر اعتدال ومیانہ روی فرض ولازم ہے، کیوں کہ اللہ ہرگز نہیں اُکتائے گا، جب تک تم نہ اُکتا جاؤ۔

❖ **العلم افضل من العمل، والحسنۃبین السیئتین وخیرالامور اوسطھا وشرالامور الحقحقہ۔** (الاعتصام جلد ا۔ص۲۴۸)

''علم! عمل سے افضل ہے، اور نیکی دو برائیوں (افراط وتفریط) کے درمیان ہے، اچھا عمل توسط اعتدال ہے اور بُرا عمل وہ ہے، جس میں مبالغہ اور تشدد ہو۔

❖ **ان خیر دینکم یسرہ۔** (الاعتصام جلد ۱ ص۲۴۷) درحقیقت! تمہارے دین کی خوبی اس کی آسانی وسہولت ہے۔

وانَّ لاھلک علیک حقّاوان لزورک علیک حقا۔وان لنفسک علیک حقا۔ (ابوداؤد) (الاعتصام جلد ۱ ص ۲۶۹)

''تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر کچھ حق ہے، تمہارے مہمانوں کا بھی تم پر کچھ حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔''

قرآنی تعلیمات کا تقاضا

نبی کریم ﷺ کی مندرجہ بالاہدایت درج ذیل قرآنی تعلیمات کے تقاضوں سے ماخوذ

اور اس اتباع میں ہیں، ملاحظہ ہوں۔

یُرِیْدُاللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُبِکُمُ الْعُسْرَ۔

'' اللہ تمہارے ساتھ نرمی وآسانی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا''۔

وَمَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔(حج:۷۸)

''اور اس نے (اللہ) دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں رکھی''۔

لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَھَا۔(بقرہ:۲۸۶)

''اللہ کسی متنفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں رکھی۔

فَاتَّقُوااللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ (تغابن:۱۶)

''لہٰذا استطاعت اور طاقت کے مطابق اللہ کا تقویٰ اختیار کرو''۔

قرآن کی ان اصولی اور بنیادی ہدایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پسندیدہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے، کہ اہل ایمان دین کے تمام فرائض وحقوق ....حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس..........کو نشاط وآمادگی کی حالت میں پورے توازن اور اعتدال کے ساتھ ادا کریں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نفلی عبادات میں، رات ودن کے انہماک سے، بندوں اور نفس کے حقوق کی ادائیگی میں خلل اور کوتاہی واقع ہونے کے ساتھ ساتھ، نشاط اور رغبت کا باقی رہنا بھی محال ہے۔

دوسرے نفلی عبادات میں مبالغہ وتشدد کی دائمی پابندی انسان کی قدرت اور استطاعت سے باہر بھی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے علم کی شہادت موجود ہے۔

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُ وْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔

''اس نے جانا کہ تم اس کو (تہائی نصف یا دوتہائی رات کی عبادت) نباہ نہ سکو گے، تو اس نے تم پر کرم کیا، اس لیے بآسانی جتنا قرآن ہوسکے پڑھ لیا کرو۔''(سورہ مزمل:۳۰)

اسی نکتے پر نصاریٰ کی تاریخ کو گواہ بناتے ہوئے نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

لاتشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسهم فشدد اللہُ علیهم فتلک بقایاهم فی الصوامع والدیار، ورهبانیة ابتدعوها ما کتبنٰها علیهم۔ (ابوداؤد، مشکوۃ)

’’اپنی جانوں پر سختی نہ کرو، ورنہ اللہ تم پر سختی کرے گا، کیوں کہ ایک قوم نے (عبادات میں) اپنے اوپر تشدد و سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی پس یہ گرجے اور خانقاہیں ان کی داستان عبرت کی مثال ہیں۔ اور رہبانیت جو انہوں نے ایجاد کی (بندوں و نفس کے حقوق کی حق تلفی) ہم نے اسے ان کے اوپر فرض نہیں کیا تھا۔

انسان کی قدرت و استطاعت پر اللہ کے علم کی شہادت

چنانچہ نبوت کے ابتدائی ایام میں آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا زیادہ، قیام لیل کا جو حکم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دیا تھا۔ اور جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے کچھ ساتھی، مستقلاً، پابندی کے ساتھ عمل کر رہے تھے، اللہ نے دین کی دوسری مستقل اور عارضی ذمہ داریوں و فرائض کے صحیح ادائیگی کے لیے، اس حکم میں نہ صرف یہ کہ تخفیف کی بلکہ اس کی علت کو بیان کرتے ہوئے اپنے اس علم کا اعلان بھی فرمایا کہ تم لوگ اپنی مختلف اور گوناگوں ذمہ داریوں و فرائض کے ساتھ، قیام لیل کا اس قدر دائمی اہتمام نہ کر سکو گے۔ کیوں کہ تم میں کچھ مریض ہونے کی وجہ سے، کچھ تلاش رزق کی مسلسل تھکا دینے والی دوڑ دھوپ کی وجہ سے اور کچھ اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کی وجہ سے، رات دن کے محدود وقت میں، دو تہائی، نصف یا تہائی رات روزانہ قیام لیل میں صرف کرنا تمہاری طاقت استطاعت کے باہر ہے جس کا نباہ تم ہرگز نہ کر سکو گے۔ اس لیے تم لوگوں پر میری عنایت و رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ سہولت و آسانی کی ساتھ تم جتنا رات کو قیام کر سکتے ہو کر لیا کرو، تا کہ دین کے سارے حقوق و فرائض پورے توازن و اعتدال کے ساتھ ادا ہوتے رہیں اور ان میں کسی حق یا فریضے کی ادائیگی میں کوئی حق تلفی یا کوتاہی نہ ہونے پائے۔

نہایت اہم اور لائق توجہ بات یہاں پر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ نے بندوں اور نفس کے حقوق اور اپنی راہ میں جہاد و قتال کے فریضے کو نفلی عبادات کی ادائیگی پر مقدم رکھا ہے۔ اس لیے فرائض وحقوق کے ادائیگی کے بعد نشاط اور وقت باقی ہے۔ تو نشاط و رغبت کی حالت میں، بقیہ وقت نفلی عبادات میں صرف کرنا محمود اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ یہی اللہ و رسول ﷺ کا مطالبہ ہے اور یہی فلاح آخرت کے حصول کے لیے لازمی و ضروری بھی۔

فرائض و حقوق کی ادائیگی میں افراط و تفریط مبالغہ و تشدد، اللہ تعالیٰ کو کس قدر ناپسند ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے کچھ اصحاب پر جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے، اللہ کی محبت اور اس کی رضا کی تلاش کا غلبہ اتنا بڑھ گیا کہ انہیں اللہ کے حقوق کے علاوہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کا کچھ خیال ہی نہ رہا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ کسی بھی حق کے معاملے میں اللہ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز نہ کرو، کیونکہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآاَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ ،وَلَاتَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ، وَ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۔ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ (مائدہ ۸۷-۸۸)

’’اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو! اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ درحقیقت! اللہ حدود کے توڑنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اور کھاؤ، اس حلال اور پاک رزق میں سے جو اس نے تمہیں دیا ہے اور اس اللہ کی نافرمانی سے بچو، جس پر تم ایمان لائے ہو۔

اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت سے خالی نیک اعمال بھی ضائع و باطل

ہر قسم کے اعمال خیر کی بجا آوری میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے کچھ ساتھیوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ نیکی یا نیک کام کی عنداللہ مقبولیت کے لیے حضور کی سنت و طریقے کی پیروی ضروری نہیں

ہے،تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فکری غلطی کی اصلاح کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ۔

''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل وضائع نہ کرو۔'' (محمد۔۳۳)

رات و دن نماز روزہ میں گزارنا، اللہ کی حد سے تجاوز کرنا ہے

قرآن کی انہی ہدایت کی اتباع میں نبی کریم ﷺ نے جب کبھی، کسی صحابی کو بندوں اور نفس کے حقوق کو نظر انداز کر کے صرف نفلی عبادات واذکار میں منہمک پایا تو آپ ﷺ نے منع کرنے کے ساتھ ساتھ، بعض کو دین اسلام سے نکل جانے کی وعید بھی سنائی۔ پورے دور نبوت میں سے ایک مثال بھی نہیں پیش کی جاسکتی کہ آپ ﷺ نے نفلی عبادات میں صحابہؓ کے غلو وتشدد کو گوارا، یا اس سے صرف نظر کرلیا ہو اور ان کو بروقت ٹوکا نہ ہو۔ مثلاً:

حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت علیؓ اور حضرت حذیفہؓ وغیرہ کے بارے میں جب آپ ﷺ کو خبر ملی کہ ان تمام حضرات نے ہمیشہ رات کو نماز پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے جس کی وجہ سے بندوں اور نفس کے حقوق تلف اور ضائع ہو رہے ہیں، تو حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو بلا کر ان سے پوچھا کہ کیا تم ہمارے دین سے پھر گئے؟ ان کے اس سوال پر کہ نہیں! اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو آپ ﷺ کے دین پر قائم ہوں۔ آپ ﷺ اُن کو یہ حکم دیتے ہیں، پھر ''تم بھی اتنا ہی اور ویسا ہی عمل کرو جیسا کہ ہم کرتے ہیں۔'' اے عبداللہ! تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر کچھ حق ہے، تمہارے مہمان کا بھی تم پر کچھ حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔'' اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ سورۃ مائدہ کی آیت، یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ، وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ، وَ

کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ تک، تلاوت فرماتے ہیں (الاعتصام جلد ا)

''اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو! اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ درحقیقت! اللہ حدود کے توڑنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اور کھاؤ، اس حلال اور پاک رزق میں سے جو اس نے تمہیں دیا ہے اور اس اللہ کی نافرمانی سے بچو، جس پر تم ایمان لائے ہو۔'' (مائدہ ۸۷۔۸۸)

نبی اکرم ﷺ کی اس ہدایت اور استدلال سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ رات و دن کا سارا وقت مستقلاً نفلی عبادات میں صرف کرنا، بیوی، نفس اور مہمانوں کے حقوق کی حق تلفی کے ساتھ نفلی عبادات کے لیے اللہ کی مقرر کردہ حد (وقت) سے تجاوز کرنا ہے۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

ساری زندگی نماز و روزے میں لگا دینے والوں کیلئے حضور ﷺ کی وعید

بندوں اور نفس کے حقوق کی حق تلفی حضور ﷺ کو کس قدر ناپسند ہے کہ جب آپ ﷺ کو اپنے چند ساتھیوں کے بارے میں، جن میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی شامل تھے، یہ خبر ملتی ہے کہ انہوں نے حقوق العباد اور حقوق النفس کے تقاضوں وذمہ داریوں سے منہ موڑ کر پوری زندگی صرف نماز، روزہ اور دیگر نفلی عبادات میں لگا دینے کا فیصلہ کیا ہے، تو آپ ﷺ! اللہ کی قسم کھا کر، ان سے فرماتے ہیں کہ میں ''تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا متقی ہوں۔........... یعنی اگر اللہ کی محبت اور اس کی رضا کے حصول کا تقاضا، بندوں اور نفس کے حقوق کو پورا کیے بغیر، صرف نماز اور دیگر نفلی عبادات سے پورا ہوجاتا، تو میں اس میدان میں بھی تم پر سبقت لے جاتا.................. لیکن مجھے دیکھو! میں سوتا بھی ہوں، اور نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اس لیے تم میں سے جو کوئی میری سنت وطریقے کو ترک وناپسند کرے وہ مجھ میں سے نہیں۔''

نبی کریم ﷺ کی اس ہدایت سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ بندوں اور نفس کے حقوق کوترک کرکے، ساری زندگی نفلی عبادات میں لگادینے والوں کا دین اسلام میں کیا مقام ومرتبہ ہے۔

نفلی عبادات میں نبی کے طریقے اور مقررہ حد سے تجاوز افضل نہیں، مردود ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ وہ صحابی ہیں جنہوں نے اصرار کرکے نفلی عبادات میں انہماک کی جو مخصوص اجازت حضور ﷺ سے حاصل کی تھی اس کے حدود، رات ودن کے اوقات میں کچھ اس طرح ہیں۔ قیام لیل میں صلاۃ داؤد پر عمل .... یعنی نصف رات سونا، بقیہ نصف رات کے دوتہائی حصوں میں قیام لیل اور چھٹے حصے میں پھر آرام کرنا............ نفلی روزوں میں صوم داؤد پر عمل ۔۔ یعنی ایک دن رکھنا اور دوسرے دن افطار................ اور تلاوتِ قرآن کے بارے میں تین دن میں ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت عطا کرنے کے بعد، تین دن سے کم وقت میں پورا قرآن ختم کرنے کی ممانعت بھی فرمادی۔

نبی کریم ﷺ کی اس مخصوص اجازت کے بعد، جب عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نفلی عبادات میں مزید اضافہ کی اجازت کی درخواست کرتے ہوئے آپ ﷺ سے یہ فرماتے ہیں کہ (انی اطیق افضل من ذلک) میں اس سے افضل (یعنی زیادہ) عبادت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔'' تو آپ ﷺ ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ (لاافضل من ذلک) اس سے افضل کوئی عبادت نہیں۔''

نبی کریم ﷺ کے اس جواب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نفلی عبادات میں رسول ﷺ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنا ہرگز افضل عمل نہیں ہے۔ کیوں کہ بندوں اور نفس کے حقوق کی حق تلفی کے بغیر، اس سے زیادہ وقت اور محنت نفلی عبادات میں صرف کرنے کی قدرت واستطاعت انسان کو حاصل ہی نہیں ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس پر علیم وخبیر اللہ تعالیٰ کے علم واندازے کی شہادت موجود ہے۔

بندوں اور نفس کے حقوق کی ادائیگی مقدم اور افضل ہے رات ودن کی نفلی عبادات پر

حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابودرداءؓ کے درمیان، نبی کریم ﷺ نے مواخاۃ کرائی تھی۔ چنانچہ'' جب حضرت سلمان فارسیؓ کو معلوم ہوا کہ ان کے بھائی ابودرداءؓ بندوں اور نفس کے حقوق کی ادائیگی سے لاتعلق ہوکر، رات نماز میں اور دن روزہ رکھنے میں گزارتے ہیں، تو وہ ان کے پاس جاتے ہیں اور دوپہر کا کھانا اس وقت تک نہیں کھاتے، جب تک حضرت ابودرداءؓ سے ان کا نفلی روزہ افطار کراکے، کھانے میں ان کو اپنے ساتھ شریک نہیں کرلیتے۔ اسی طرح بعد عشاء رات میں بھی ان کو قیام لیل سے روک کر، اپنے ساتھ سونے کا حکم دیتے ہیں۔ اور رات کے آخری حصے میں خود بھی اُٹھتے ہیں اور ان کو بھی نماز تہجد کے لیے اٹھاتے ہیں۔ اور نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابودرداءؓ سے فرماتے ہیں کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے سب حق داروں کا حق ادا کرو۔ اس کے بعد دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر پورا قصہ سناتے ہیں سارا قصہ سن کر حضور ﷺ نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا تم نے صحیح بات کہی۔''

اس واقعے اور نبی کریم ﷺ کی اس ہدایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفلی عبادات میں انہماک کی وجہ سے، اگر بیوی اور نفس کے حقوق تلف ہورہے ہوں تو نفلی عبادات کوترک کرکے ان حقوق کی ادائیگی افضل اور مسنون عمل ہے۔

صحابہؓ اور حضور ﷺ کی مخالفت دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے

مندرجہ بالا چند واقعات کے خلاصے سے دو باتیں ایک ساتھ معلوم ہوتی ہیں کہ اول یہ کہ صحابہ

کرامؓ میں سے بعض لوگ، حقوق اللہ کی اہمیت سے مغلوب ہوکر، بندوں اور نفس کے حقوق کو نظر انداز کر کے پوری رات نماز میں مشغول رہتے تھے، روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے اور مسلسل نفلی روزہ بھی رکھتے تھے۔ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جیسے ہی نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھیوں کے ان اعمال کا علم ہوتا، آپ ﷺ نصاریٰ کے غلو تشدد کی مثال دیکر انھیں ان سے منع کرتے، عبادات میں قصد و میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیتے اور اپنی سنت وطریقے کی مثال دے کر، انہیں حقوق اللہ کے ساتھ بندوں اور نفس کے حقوق کے ادائیگی کی تلقین وہدایت فرماتے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہؓ میں سے بعض لوگ آپ ﷺ کی ممانعت کے باوجود ساری رات عبادات میں گزارتے اور روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے یا آپ ﷺ کی حیات کے بعد، انہوں نے نفلی عبادات میں غلو وتشدد کے انہیں ممنوع طریقوں وشکلوں کو دوبارہ، پھر سے زندہ اور اختیار کرلیا تھا جن سے حضور ﷺ نے ان کو منع فرمایا تھا؟

ایک عام مؤمن کے نزدیک، ان دونوں سوالوں کا جواب اس بات کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ حضور ﷺ کے حکم کو جاننے کے بعد، بعض صحابہؓ اس کے خلاف ورزی کریں یہ ناممکن ہے۔ جس طرح آگ وپانی اور حق وباطل ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح صحابہؓ اور حضور ﷺ کی مخالفت! دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا ناممکن ہے۔

لیکن نہایت حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک عظیم درس گاہ کے شیخ الحدیثؒ، ان دونوں باتوں......(یعنی صحابہؓ کے مبالغہ آمیز نفلی اعمال اور حضور کی ممانعت...... سے واقف ہونے کے باوجود تبلیغی نصاب میں بعض صحابہؓ کی نفلی عبادات کے بارے میں متعدد مقامات پر یہ تو لکھتے ہیں کہ فلاں فلاں صحابی رات بھر نماز پڑھتے تھے اور روزانہ ایک قرآن بھی ختم کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور ناظرین کتاب کو ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لیکن یہ ایک بار بھی نہیں لکھتے کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہؓ کی ان نفلی عبادات کو پسند نہیں کیا ہے، ان کو اس سے منع فرمایا ہے۔

”روزانہ ختم قرآن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی اس حدیث (جس نے تین دن سے کم وقت میں قرآن ختم کیا، اس نے اس کو نہیں سمجھا۔ (حدیث) اور اس سے ماخوذ ابن حزمؒ کے اس فتوے کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ (تین دن سے کم وقت میں قرآن ختم کرنا حرام ہے) لیکن اس کے فوراً بعد، اس حدیث کے خلاف، بعض صحابہؓ کے روزانہ ختم قرآن کے اسی ممنوع عمل سے یہ دلیل دیتے ہیں کہ (بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف بااعتبار اکثر افراد کے ہے اس لیے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں بھی پڑھنا ثابت ہے) جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ حضور ﷺ کی ہدایت اور منشاء کے خلاف بھی (نعوذ باللہ) روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔
جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو تین دن سے کم وقت میں ایک قرآن ختم کرنے سے روکنے کے لیے ہی ان کو یہ ہدایت دی تھی اور اس ہدایت کے بعد ان کو صراحتاً منع بھی فرما دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے جن عبادات سے منع کیا ہو، وہ عبادت نہیں ضلالت ہے

درج بالا حقیقت کے علاوہ، ایک دوسری حقیقت سے بھی محترمؒ یقیناً اچھی طرح واقف تھے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ سند عطا فرمائی ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ لوگ اللہ سے راضی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ، اللہ ورسول ﷺ کے فیصلے پر راضی وعمل پیرا تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہر فعل سے راضی وخوش۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اللہ کی اس سند سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ، حضور کی ممانعت کے بعد

بعض صحابہؓ نے بھی پوری رات نماز پڑھنے ، اور روزانہ ختم قرآن کے معمول کو یقیناً ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا تھا، ورنہ اللہ تعالیٰ سارے صحابہؓ کو اپنی رضا و خوشنودی کی سند دیتے وقت بعض کو مستثنیٰ کر دیتا۔ دوسرے صحابہؓ حضور ﷺ کے کسی حکم اور منشاء کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود، اس کی ادنیٰ خلاف ورزی کریں، ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کے حکم اور منشاء کی مخالفت پر دلالت کرنے والے، بعض صحابہؓ کے معمولات، ممانعت سے پہلے کے معمولات تھے جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں جس میں امت کے لیے کوئی حجت اور دلیل کی بات نہیں ہے۔

مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جن عبادات سے منع کر دیا ہو، تو وہ عبادت آپ ﷺ کی ممانعت کیساتھ ہی، محمود کے بجائے مردود، سنت و ہدایت کے بجائے بدعت و ضلالت ہو کر، عبادات کے دائرے سے خارج ہو جاتی ہے۔ اس لئے کسی بھی شخص کا ایسی کسی ممنوع عبادت کو عبادت سمجھ کر، خود عمل کرنا اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین و نصیحت کرنا بدعت کی تبلیغ اور اس پر عمل کرنے کے مترادف اور ہم معنی ہے، جسے امام شاطبیؒ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

فکل عبادة نهیٰ عنها فلیست بعبادة ، اذ لو کانت عبادة لَمْ ینه عنه ، فاالعامل بهاعامل بغیر مشروع ، فاذا اعتقدفیها التعبدمع هٰذا النهی کان مبتدعابها ۔ (الاعتصام جلد ۲ ص ۲۹)

پس ہر وہ عبادت جس سے (حضور ﷺ نے) روکا اور منع کیا ہے عبادت ہی نہیں ہے۔ اگر وہ عبادت ہوتی تو (آپ ﷺ) اس سے نہ روکتے۔ اس لیے ایسی ممنوع عبادت کا عامل غیر شرعی عبادت کا عامل ہے اور (حضور ﷺ کی) ممانعت کے باوجود اگر وہ اسے عبادت سمجھتا ہے، تو اس کا ایجاد کرنے والا (بدعتی) ہے۔

عبادات میں حضور ﷺ کی ہدایت اور تاکید کو نہ ماننا، رائے کی اتباع کے مانند ہے

حضور ﷺ کی نصیحت اور ہدایت کے مقابلے میں اپنے اجتہاد سے فضول اعمال کی مشقت میں خود کو مبتلا کرنے والے اپنی رائے و پسند کی اتباع کرنیوالے ہیں، جس کی وضاحت امام شاطبیؒ یوں کرتے ہیں۔

فلماتکلف المکلف اعلی اجتهاده دون نصیحة الناصح الاعرف بعوارض النفوس، صار کاالمتبع لرایه مع وجود النص ' وان کان بتاویل۔ (الاعتصام جلد ۱ ص ۲۶۱)

نفس کے کسی عارضے کی وجہ سے انتہائی باخبر اور علم والے ناصح کی نصیحت کے علی الرغم، نص کی موجودگی میں، اپنے اجتہاد سے خود کو لایعنی اعمال کی مشقت میں مبتلا کرنے والا شخص اپنی رائے و پسند کی اتباع کرنے والے کی مانند ہے، چاہے وہ ایسا تاویل کی وجہ سے کرے۔

نفلی عبادات کیوں کر بدعت بن جاتی ہیں۔

نفلی عبادات میں حضور ﷺ کی متعین کردہ حد سے تجاوز کی وجہ سے، اس سے اہم فرائض حقوق اور سنتوں کی ادائیگی میں اگر خلل اور حرج واقع ہوتا ہے تو ایسی ہر نفلی عبادت بدعت مذمومہ ہے، جس پر امام شاطبیؒ یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

ان الشارع طالبه ، برفع الحرج وهویطالب نفسه بوضعه واد خاله علی نفسه وتکلیفها مالایستطاع ، مع زیادة الاخلال بکثیرمن الواجبات والسنن التی هی اولیٰ ممادخل فیه ، ومعلوم ، ان هذه بدعة مذمومة۔ (الاعتصام ۲۶۳)

خدا اور اس کا رسول ﷺ تو اس کو مشقت اور حرج سے بچانا چاہتے ہیں اور وہ خود پر نفلی عبادتوں کی مشقتوں کا ایسا بوجھ ڈالتا ہے، جس کو نباہنے اور برداشت کرنے کی استطاعت ہی اسے حاصل نہیں ہے اور جس کی وجہ سے بہت سے اہم فرائض و سنتوں کی ادائیگی میں خلل بھی واقع ہوتا ہے، جن کا ادا کرنا ان (نوافل) سے زیادہ ضروری ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ مذموم بدعت یہی ہے۔

سنت، امت پر حجت ہے، جبکہ ساری اُمت کا عمل، سنت پر حجت نہیں۔

کسی مرتبے کے کسی بزرگ کی کسی بھی عبادت یا عمل کی تقلید واتباع کرنے کے لیے لازمی و ضروری بات عامل کے لیے یہ ہے کہ اس عبادت یا عمل کے مقبول وپسندیدہ ہونے پر دلالت کرنے والی کوئی اصل شریعت میں موجود ہو۔ اس لیے جس عبادت یا عمل کی اصل یا نص شریعت میں نہ ہوتو اس پر عمل غلط اور بدعت ہے اس نکتے پر امام شاطبیؒ یہ لکھتے ہیں۔

وان لكم يكن له ، اصل فى الشريعة فلاعمل عليه ، لان السنة حجة على جميعا الامة ، وليس احدمن الامة حجة على السنة ، معصومة عن الخطاء وصاحبها معصوم ، وسائرالامة لم تثبت لهم عصمة۔(الاعتصام ج ۱ ص ۱۷۱)

’’اور اگر اس عمل یا عبادت کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے تو اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ سنت تمام امت پر حجت ہے۔ اور امت کا کوئی بھی شخص اعلیٰ یا ادنیٰ معصوم عن الخطاء اور سنت پر حجت نہیں ہے۔ اور اس کے مقابلے میں صاحب سنت معصوم ہے اور ساری امت کے لیے عصمت ثابت نہیں ہے‘‘۔

وان كان ماجاء به صاحب الوجدوالذوق من الاحوال والعلوم ، فليعرض على الكتاب والسنة فان قبلاه ، صح ، والالم يصح فكذلك مارسموه من الاعمال واوجه المجاهدات وانواع الالتزامات۔(الاعتصام جلد ۱ ص ۱۷۲)

’’اور جو احوال، علوم، اعمال، مجاہدات اور التزامات، وجد اور ذوق کے حامل بزرگوں نے دین ونفلی عبادات کا جزء بنادیا ہے انہیں کتاب وسنت کی کسوٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پس اگر وہ قرآن وسنت کے مطابق ہیں تو صحیح ہیں اور اگر کتاب وسنت کے خلاف ہیں تو غلط‘‘۔

بعض صحابہؓ کا عمل کیوں حجت ودلیل نہیں؟

درج بالا دلائل اور بحث سے دو باتیں بالکل دوٹوک انداز میں واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ نفلی عبادات میں بعض صحابہؓ کے ان معمولات سے جن سے حضور ﷺ نے ان کو روک دیا تھا، بعد کے زمانوں میں امت کے لیے کوئی حجت اور دلیل لانا انتہائی غلط اور نامناسب بات ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کے منع کردینے کی وجہ سے، صحابہؓ کے وہ معمولات عبادات کے دائرے سے خارج ہوگئے ہیں۔ جس پر حضور ﷺ کی حدیث مَانَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْهُ دلالت کرتی ہے۔

سوانح اور تاریخ کی کتابوں میں، قرآن وسنت سے متصادم روایات کی حیثیت

جن دلائل ووجوہ کی بنیاد پر، صحابہؓ کے وہ معمولات عبادات کے دائرے سے خارج ہیں جب کہ وہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں، تو انہیں دلائل کی بنیاد پر مختلف ائمہ دین اور سلفِ صالحین کی طرف منسوب نفلی عبادات کے وہ مبالغہ آمیز، اور جھوٹے معمولات تو بدرجۂ اتم عبادات کے دائرے سے خارج ہیں۔ اور ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ انہیں عبادت سمجھا جائے اور ان کے اتباع کی دعا مانگی جائے۔ جن میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب عبادت بھی شامل ہے، جب کہ جھوٹے معمولات کی یہ روایات، فضائل، ترغیب، سوانح اور تاریخ کی ایسی کتابوں سے ماخوذ ہیں، جن کا ایک حصہ معتبر ہے تو دوسرا حصہ ناقابل اعتبار ہے۔ کیوں کہ ان میں قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ، قرآن وسنت رسول ﷺ سے متصادم ہر طرح کی بے سروپا غلط باتوں کو بلاسوچے سمجھے ایک ساتھ خلط ملط کر کے نقل کردیا گیا ہے۔

مثلاً حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب روایت کو تبلیغی نصاب میں متعدد مقامات پر مختلف

عنوانوں کے تحت نقل کرنے کے بعد محترم نے اس روایت کے صحت کے ثبوت میں یہ عبارت لکھی ہے کہ ''امام ابوحنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے، صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹانا ہے۔'' (فضائل رمضان ص ۳۹ بلاحوالہ)

لیکن امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب اس روایت کی حقیقت و سچائی کے بارے میں مشہور محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ صاحب نے اپنی کتاب صلوٰۃ النبی ص ۱۲۱ پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ ملاحظہ ہو:

''امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ بہت مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ یہ بے اصل اور گھڑی ہوئی بات ہے اس فضول روایت کی تردید کرتے ہوئے علامہ فروز آبادیؒ (الرد علی المعرض ص ۴۴/۱) پر لکھتے ہیں کہ ''یہ بھی ان بہت سارے صریح جھوٹوں میں سے ایک ہے، جس کی نسبت اس معاملے میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی جاتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے بلند مرتبہ فقیہ اور متقی کے لیے اولیٰ و مناسب طریقہ صرف یہی ہے کہ وہ کسی بھی عمل میں ہمیشہ افضل طریقے پر قائم و عامل رہے۔ اور بلاشبہ ہر نماز کے لیے تجدید طہارت افضل و اکمل عمل ہے۔ اور دوسرے یہ کہ مسلسل چالیس سال بلاناغہ ساری رات جاگنا محال اور خلاف فطرت ہے۔ اور یہ بھی بعض متشددین جاہلوں کی پھیلائی ہوئی خرافات و بکواس ہے جو امام ابوحنیفہؒ اور ان جیسے دوسرے ائمۂ دین کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔'' (صلوۃ النبی ص ۲۱)

قابل توجہ اور غور طلب بات یہ ہے کہ جس روایت کی صحت کے بارے میں محترم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کا انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹانا ہے، اسی روایت کے بارے میں دو عظیم محدثین کے رائے یہ ہے کہ یہ بے اصل، فضول اور بعض متشددین جاہلوں کے پھیلائی ہوئی خرافات اور بکواس ہے۔ اس مثال سے دوسرے ائمہ دین اور محترم بزرگوں کی طرف منسوب روایات کی حقیقت و حیثیت کو قیاس

کیا جا سکتا ہے کہ وہ کیا اور کیسی ہوں گی؟

مثلاً: حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت زین العابدینؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ جیسے فقیہ اور متقی بزرگوں کی طرف منسوب روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفلی عبادات پر عمل کے معاملے میں، یہ حضرات، حضور ﷺ کی ہدایات سے (نعوذ باللہ) ناواقف تھے یا واقف ہونے کے باوجود، جان بوجھ کر، ان لوگوں نے حضور ﷺ کی ہدایات کی خلاف ورزی کی۔ جب کہ ان بزرگوں کے علم و فہم اور تقویٰ کے پیش نظر ان کی طرف ان دو باتوں میں سے کسی بھی بات کا انتساب دین میں ان کے مقام و مرتبہ سے فروتر اور سفید جھوٹ ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ ساری روایات سے قرآن و رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہونے کے ساتھ ہی انسان کی فطری طاقت و استطاعت کے باہر بھی ہیں، جنہیں معمولی عقل و ہوش والا کوئی بھی شخص، کسی انسان کی طرف اس وقت تک منسوب نہیں کرسکتا، جب تک وہ ان ہستیوں کو انسان کے بجائے مافوق الفطرت وجود یا فرشتہ نہ مانتا ہو۔ سورۂ مزمل میں ''عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ۔'' (اس (اللہ) نے جانا کہ تم ہرگز ان کا نباہ نہ کرسکو گے) کے الفاظ میں اللہ نے اپنے علم کو اس بات پر گواہ بنایا ہے کہ کسی انسان کے لیے اپنی فطری ضرورتوں اور کمزوریوں کے ساتھ روزانہ دو تہائی رات نفل عبادات میں گزارنا ناممکن ہے۔

اس لئے اللہ کے علم کی اس گواہی کی موجودگی میں تبلیغی نصاب میں محترمؒ کی نقل کردہ روایات کے غلط ہونے میں کسی بھی مؤمن کو شک نہیں ہوسکتا۔

کیوں کہ اللہ، بندوں اور نفس کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ مسلسل چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرنا ناممکن ہے۔ کیا آج کل کے کوئی بزرگ صرف سال بھر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کر کے دکھا سکتے ہیں؟

اسی طرح روزانہ چار سے آٹھ، ختم قرآن کی روایت بھی جھوٹی ہے۔ کیا آج کے کوئی صاحب

اللہ، بندوں اور نفس کے حقوق کی حق تلفی کے بغیر، صرف ایک سال تک روزانہ دو قرآن ہی ختم کر سکتے ہیں؟

اسی طرح اگر یہ سچ ہے کہ کسی سید صاحب نے بارہ دن ساری نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں، تو کیا آج کوئی بزرگ صرف دو دن ہی کی ساری نمازیں ایک وضو سے پڑھ کر بتا سکتے ہیں؟

اسی طرح اگر یہ سچ ہے کہ کوئی سید صاحب مسلسل پندرہ برس اور کوئی بزرگ چالیس برس اور کوئی اٹھانوے برس تک نہیں سوئے، تو آج کے کوئی بزرگ صرف چھ مہینے ہی مسلسل جاگ کر دکھا دیں؟

اسی طرح اگر یہ حقیقت ہے کہ کوئی بزرگ ایک ہزار اور کوئی دو ہزار رکعت نماز روزانہ پڑھتے تھے کیا آج کے کوئی بزرگ صرف پانچ سو رکعت نماز روزانہ پڑھ کر بتا سکتے ہیں؟

اسی طرح یہ بھی جھوٹ ہے کہ کرد بن دبرہؒ نامی کوئی بزرگ روزانہ ایک سو چالیس طواف دو سو اسی رکعت نماز اور دو قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اور اگر یہ سچ ہے تو کوئی بزرگ صرف ایک دن ہی یہ سارا عمل کر کے دکھا دیں!

اسی طرح ایک سانس میں دو سو مرتبہ لاالٰہ الااللہ کے وظیفہ کی روایت بھی غلط ہے۔ کیا آج کوئی بزرگ ایک سانس میں صرف سو مرتبہ پڑھ کر ثابت کر سکتے ہیں؟

آخری بات صوفیاء کرام کو پانچ تا پچیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ذکر کی تعداد کے تعین کا مطلق حق دینا بھی خلاف سنت اور غیر شرعی ہے، کیونکہ علماء فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس ذکر یا عبادت کو کسی خاص دن، وقت، تعداد اور کیفیت کی قید و بندش کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، تو اس ذکر یا عبادت کو انہیں قیدوں و بندشوں کے ساتھ ادا کرنا لازم ضروری ہے۔

اور جس ذکر یا عبادت کو حضور ﷺ نے کسی خاص دن، وقت، تعداد اور کیفیت کی قید اور بندش کے تعین سے آزاد رکھا ہے، اس ذکر یا عبادت کی ادائیگی کے لیے کسی بھی شخص کا (خواہ وہ

صوفیائے کرام ہوں یا علماء) کسی خاص دن، وقت، تعداد اور کیفیت کی مستقل قید و بندش کی پابندی کو لازم و ضروری بنانا ہی۔ دین و عبادت میں نئی چیز کا اضافہ، خواہش نفس کی پیروی اور بدعت وضلالت ہے کیوں کہ ذکر کی جس تعداد کا حضور ﷺ نے تعین نہ کیا ہو، اس کو اپنی پسند و مرضی سے متعین کرنا بدعت ہے۔

سوانح اور تاریخ کی کتابوں میں، غلط و جھوٹی روایات کے داخل ہونے کے اسباب

رہا یہ سوال کہ نفلی عبادات واذکار کی ترغیب میں یہ غلط اور فرضی واقعات و روایات ہماری تاریخ وسیرت کی کتابوں کا جز کیوں اور کیسے بن گئیں؟ کن لوگوں نے، کن مقاصد کے تحت ان جھوٹی روایات کو گھڑ کر ان محترم ائمہ دین اور بزرگوں کی طرف منسوب کر دیا؟

درج بالا سوال پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فضائل، ترغیب، سوانح اور تاریخ کی کتابوں میں ان فرضی روایات کے داخل ہونے کا واحد اور اصل سبب فہم دین کی کمی تھی، جس کی وجہ سے کچھ لوگ نفلی عبادات میں اضافہ و بدعت کے فساد کو سمجھ ہی نہ سکے۔ اس لیے نفلی اذکار و نوافل کی اہمیت اور فضیلت کو بڑھانے کے لیے جھوٹی روایات گھڑنے اور قبول کرنے کو انہوں نے ثواب اور اجر کا کام سمجھ لیا۔ چنانچہ دین کے فہم کی کمی کے فساد و خرابی پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

"نفلی عبادات میں اضافہ اور غلو و تشدد کے فساد اور خرابی کو عوام الناس یا اکثر لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ بالخصوص وہ بدعت اگر (اجمالاً) مشروع عبادات (یعنی اذکار و نوافل اور تلاوتِ قرآن وغیرہ) کے قبیل سے ہو، تو اس کے فساد اور اس میں بدعت کی نوعیت کو (اوالالباب) عقل و فہم رکھنے والے لوگوں کے لیے بھی سمجھنا آسان نہیں مشکل کام ہے۔ اس لیے عوام الناس پر کتاب

وسنت کی اتباع کرنا فرض ولازم ہے۔'' (الاقتضا ص ۲۸۲)

یہود ونصاریٰ کی گمراہی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے (علامہ) ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ''یہود کے کفر کی اصل وجہ یہ تھی وہ حق کے علم کے باوجود اس (علم) کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے جب کہ اس کے بالکل برعکس، نصاریٰ کے کفر کی اصل وجہ یہ تھی انہوں نے علم کے بغیر جہالت پر اپنے عمل کی بنیاد رکھی۔ اور اجتہادات کے نام پر عقلی موشگافیوں کے ذریعے عبادات کی ایسی شکلیں اور صورتیں ایجاد کیں، جن کی گنجائش اللہ کے دین وشریعت میں نہیں تھی۔ اسی وجہ سے سلف میں حضرت سفیان بن عیینہؒ وغیرہ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز ہمارے علماء کے فساد وبگاڑ کی وجہ اور اصل ہے، وہ یہود کے فساد کے مانند ہے۔ یعنی علم کے مطابق عمل نہ کرنا۔ اور جو چیز ہمارے عابدوں کے فساد کی موجب اور اصل ہے، وہ نصاریٰ کے فساد کے مانند ہے۔ یعنی شریعت کے بجائے جہالت پر عمل کی بنیاد رکھنا۔'' (الاقتضاء ص ۵)

چنانچہ صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانوں کے بعد جب عوام الناس کی دینی وایمانی حالت رفتہ رفتہ کمزور ہونے لگی، یہاں تک کہ نماز اور اسلامی عبادات سے بھی ان کی دلچسپی میں نمایاں کمی واقع ہوگئی، تو کچھ کم علم زاہدوں اور اللہ والوں نے عوام میں عبادت اور دین کی رغبت کو تازہ وباقی رکھنے کے نیک جذبے کے تحت، جھوٹی احادیث گھڑ کے، نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں کوئی خوف یا قباحت محسوس نہیں کی۔ چنانچہ امام مسلمؒ نے اپنے مقدمہ میں، محمد بن ابی عتابؒ کے حوالے سے ان اللہ والوں کا حال یوں بیان کیا ہے۔

''ہم نے بعض صالحین واہلِ خیر کو حدیث سے زیادہ کسی اور معاملے میں جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' (مقدمہ مسلم)

ان صالحین اور اہلِ خیر کے بارے میں امام مسلم کی اپنی رائے ملاحظہ ہو۔

''یجری الکذب علیٰ لسانھم ولا یتعمدون الکذب۔'' کسی قصد وارادہ کے بغیر

جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔ (مسلم)

چنانچہ مولانا محمد سعود عالم قاسمی صاحب اپنی کتاب ''فتنہ وضع حدیث'' میں وضع حدیث کے مختلف اسباب ومحرکات میں سے کچھ کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

وضع حدیث کا ایک بڑا سبب ترغیب اور ترھیب ہے۔ یعنی اعمال واذکار کے فضائل اور عیوب ومفاسد کی تردید بھی حدیثوں کے گھڑنے کا محرک رہی.......... بہت سے سادہ لوح دینداروں نے جب یہ دیکھا.......... کہ لوگ دین کی باتوں پر عمل نہیں کر رہے ہیں تو انہوں نے مطلوبہ اعمال ووظائف کی فضیلت بڑھانے کے لیے حدیثیں گھڑنا شروع کر دیں، تا کہ ان کا وزن ہو اور لوگ انہیں اختیار کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کی سنت کی اشاعت اور دین کی خدمت کے نام پر، خود دین پر تیشہ چلایا جانے لگا۔ (فتنہ وضع حدیث۔ ص ۶۱۔۶۲)

جب دینداروں اور زاہدوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ بھی منسوب کرنے میں کوئی ڈر یا جھجک محسوس نہیں کی، جب کہ انہیں یہ بات ضرور معلوم رہی ہوگی کہ جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کا ٹھکانا جہنم ہے۔ تو ان اللہ والوں اور صوفیوں نے انہیں مقاصد کے لیے یعنی عوام میں اذکار وعبادات کی رغبت کو زندہ اور باقی رکھنے کے نیک جذبے کے تحت، صحابہؓ وائمہ دین کی طرف جھوٹے وفرضی واقعات وروایات کو منسوب کرنے اور ان کو عوام الناس میں پھیلانے کے لیے، جس دیدہ دلیری اور مستعدی کا مظاہرہ کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل کام ہرگز نہیں ہے۔

چنانچہ یہی وہ گروہ ہے، جنھوں نے سوانح وتاریخ کی کتابوں میں جھوٹے وفرضی واقعات وروایات کو، حقیقی واقعات وروایات کے ساتھ شامل کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ سوانح، تاریخ اور فضائل اعمال کی کتابیں، سنت وبدعت کے دو متضاد اور باہم متصادم اعمال کی ترغیب کا مجموعہ اور معجون مرکب بن گئیں۔ جس کی نمائندہ کتاب محترم شیخ الحدیثؒ کی زیر بحث کتاب تبلیغی نصاب ہے۔

فرضی روایات کیوں اور کس طرح دین وعبادت کا حصہ وجز بن گئیں

سوانح ،تاریخ اورترغیب وترہیب جیسی مذہبی کتابوں میں نقل ہوجانے کی وجہ سے ان فرضی واقعات وروایات کو ایک گونہ تقدس واحترام کے ساتھ حقیقت کا مقام بھی حاصل ہوگیا۔ علماء اورسوانح نگاروں نے ان کوتحقیق اورغوروفکر کے بغیر اپنی کتابوں میں سچے اورمستندواقعات کی حیثیت سے نقل کرنا شروع کردیا۔جن کا انکار مسلمات دین کے انکار کا ہم معنی ہوگیا اوران فرضی داستانوں وخرافات کوقرآن اورسنت رسول کے معیار پر جانچنا پرکھنا جرم قرار پایا۔اس حقیقت کومولانا مناظر احسن گیلانیؒ اس بیان طرح بیان کرتے ہیں۔

’’تاریخ شاہد ہے کہ مذہب کی طرف منسوب ہوجانے کے ساتھ ہی (باطل) روایتوں کے اس ذخیرے کو ہمیشہ ایک خاص قسم کا تقدس پیدا ہوجاتا تھا۔ایسا تقدس جس کے بعد پوچھنے والوں کے لیے یہ پوچھنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی تھی کہ ان کے منسوب کرنے والے کون لوگ ہیں؟ انھوں نے مذہب کی طرف ان روایتوں کوکس بنیاد پر منسوب کیا؟ کب منسوب کیا؟ کیوں منسوب کیا؟ بس اتنی بات کہ مذہب میں یوں ہی آیا ہے، مذہب یہی کہتا ہے، مذہبی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ مذہب کے علماء یہی کہتے ہیں۔ یہ اوراس قسم کے چند گنے چنے، ڈھلے ڈھلائے فقروں میں اتنا زور تھا کہ منہ اورزبان ہی نہیں، بلکہ دلوں ودماغوں پر بھی خاموشی طاری ہوجاتی تھی۔ ان کے مقابلے میں کچھ کہنا تو خیر بڑی بات تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کچھ سوچنا بھی آدمی کو دینی مجرم بنانے کے لیے کافی تھا۔ یہی ہوتا چلا آرہا تھا کہ مذہب کا غلاف روایتوں پر چڑھا نہیں اب جرح وتعدیل کے سارے جھنجھٹوں سے ایسی روایتیں محفوظ ہوجاتی تھیں۔‘‘ (تدوین حدیث ص ۴۷۵)

تبلیغی نصاب میں

بے عملی وبے دینی کی ترغیب

دوانتہائیں

ایک طرف اگرافراط اورمبالغے کی یہ انتہا ہے کہ،محترم عوام کواعمال کی ترغیب وفضیلت کیلئے قصہ واعتدال پر مشتمل ،قرآن ،سنتِ رسول ﷺ اورآثارِصحابہؓ کے بیان کو، کافی نہیں سمجھتے اورنفلی اعمال کی فضیلت کوذہن نشین کرنے کیلئے مبالغہ اورتشدد پر مبنی غیر مسنون اورمبتدعانہ اذکارونوافل کی ،انہیں صورتوں اورشکلوں کو(جن سے حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ اوراُمت کومنع فرمایا تھا)، رضائے الٰہی کے حصول کیلئے مثالی اورقابل تقلید عمل کی حیثیت سے ،ترغیب کے انتہائی دل نشین انداز پیش کرتے ہیں۔جن کی تفصیلات پچھلے مباحث میں گزرچکی ہیں۔

محترم کی بے اصل اوربے عمل بنانے والی تاویل

تو دوسری طرف بالکل اس کے برعکس،تفریط کی دوسری انتہا یہ ہے کہ اللہ کی قدرت ، اختیار اور لطف وکرم کا حوالہ دے کر،اورحضور ﷺ کی محبت اورعظمت کے نام پر، بے عملی اوربے دینی کی تعلیم وترغیب دینے والے خوابوں اورقصوں کوقرآنی عقائد وتعلیمات کے مقابلے میں پورے شرح صدر کے ساتھ،تاویلات کے خوشنما غلاف میں لپیٹ کر،تبلیغی نصاب میں پیش کیا ہے۔ان قصوں کوآئندہ صفحات میں نقل کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عقائد کے تعلق سے محترم کی اس انتہائی گمراہ کن تاویل کی حیثیت اورحقیقت کوقرآن وسنت کی روشنی میں واضح کردیا جائے،جس کو بنیاد بنا کر،محترمؒ نے ان خرافات کو بیان کیا ہے۔محترم کی تاویل ملاحظہ ہو۔

’’ان قصوں اوراس قسم کے دوسرے قصوں میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کوکسی کا ایک

دفعہ درود پڑھنا پسند آ جائے ،اور وہ اس کی وجہ سے سارے گناہ معاف کر دے، با اختیار ہے۔ایک شخص کے، کسی کے ذمہ ہزاروں روپے قرض ہوں اور وہ قرضدار کی کسی بات پر جو قرض دینے والے کو پسند آ گئی ہو، یا بغیر ہی کسی بات کے اپنا سارا قرضہ معاف کر دے، تو کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے! اسی طرح اللہ جل شانہ اگر کسی کو محض اپنے لطف وکرم سے بخش دے تو اس میں اشکال کی کیا بات ہے؟'' (فضائل درود ص ۹۴)

اللہ کے اختیارِ قدرت اور لطف وکرم کے حوالے سے، جھوٹے قصوں اور کہانیوں کا بیان اور ان کو صحیح اور درست ثابت کرنے کے لیے، محترمؒ کی یہ غلط تاویل انتہائی گمراہ کن اور عقیدۂ آخرت اور مغفرت الٰہی کے تعلق سے عوام کو مغالطے میں ڈالنے والی ہے، جو سیدھے سادے مسلمان کو بے عمل اور بے دین بنانے کے علاوہ کسی طرح کا کوئی فائدہ یا نفع ، انہیں نہیں پہنچا سکتی۔کیوں کہ ان قصوں اور محترمؒ کی اس غلط تاویل کو صحیح سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان باعمل اور باکردار کیوں بنے؟ مقصد تو جنت کا حصول ہے۔اور وہ ہر طرح کی نافرمانی سرکشی اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے باوجود، صرف زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنے پر محفوظ ہے،تو کوئی بیوقوف ہی ہوگا جو نفس پر گراں عمل کے مشقتوں کو برداشت کرنے کی زحمت گوارا کرے گا۔اور حرام کاموں سے پرہیز کرے گا۔

تاویل کی تردید قرآن سے

اللہ کے اختیار لطف وکرم اور مغفرت کے تعلق سے علماء یہود نے بھی کچھ اسی طرح کے گمراہ کن، مفروضات اور عقائد گھڑ لیے تھے۔جس نے قوم یہود کو دنیا پرست اور گناہوں پر دلیر بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔سورۂ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے خودساختہ عقائد اور تاویلات کی جس انداز و الفاظ میں تردید فرمائی ہے، وہ محترم کے ویسے ہی مفروضے اور تاویل کی غلطی کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے ملاحظہ ہو۔

وَقَالُوالَنْ تَمَسَّنَاالنَّارُاِلَّااَيَّامًا مَعْدُودَةً۔ قُلْ اَتَّخَذْ تُمْ عِنْدَاللهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللهُ عَهْدَهٗ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ مَالَاتَعْلَمُوْنَ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَا طَتْ بِهٖ خَطِيْئَةً فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ، هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُووَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۔ (سورۂ بقرہ آیت ۸۰ تا ۸۲)

وہ یہود کہتے ہیں کہ جہنم کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں، سوائے چند دن کے۔(اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھیں کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے، جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کرسکتا؟ یا بات یہ ہے کہ تم محض گمان کی بنیاد پر اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کی کوئی علمی سند تمہارے پاس نہیں ہے۔آخر تمہیں جہنم کی آگ کیوں نہ چھوئے گی؟ جان لو) جنھوں نے بھی گناہ کمایا اور گناہوں کے چکر میں (ساری عمر) پڑے رہے وہ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنتی ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ یہود کا مندرجہ بالا خودساختہ مفروضہ اور عقیدہ ہی تھا، جس کی وجہ سے اچھے اور بُرے دونوں عمل آخرت کے انجام کے اعتبار سے ان کے نزدیک یکساں اور برابر ہوگئے۔اور انہوں نے اللہ کی کتاب پر نہ صرف یہ کہ عمل کرنا چھوڑ دیا بلکہ وہ اس کی تعلیمات سے روگردانی کرنے اور اس کو چھپانے میں نہایت بےشرم، بے باک اور سرکش ہوگئے۔جیسے سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَاِلٰى الَّذِيْنَ اُوْتُوْانَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعُوْنَ اِلَى كِتَابِ اللهِ لِيَحْكُمْ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُوْنَ ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوالَنْ تَمَسَّنَاالنَّارُ اِلَّااَيَّامًامَعْدُوْدَاتٍ وَغَرَّ هُمْ فِى دِيْنِهِمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ فَكَيْفَ اِذَاجَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَارَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَاكَسَبَتْ وَهُمْ لَايُظْلَمُوْنَ ۔

(سورہ آل عمران آیت ۲۳ تا ۲۵)

(اے نبی! ﷺ) کیا آپ لوگوں نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جن کو کتاب کے علم سے کچھ حصہ ملا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ جب انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان (حق وناحق کا) فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق منہ پھیر کر کتاب الٰہی کے فیصلے کو ماننے سے پہلوتہی کرتا ہے، ان کے اس سرکش طرز عمل کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے یہ بات گھڑلی ہے کہ ہمیں ہرگز جہنم کی آگ نہ چھوئے گی، مگر چند دن کے لیے۔ ان کو دین (آخرت) کے معاملے میں، بڑے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ مگر اس دن ان کا حال کیا ہوگا، جس کا آنا یقینی ہے جس میں ہم ان کو جمع کریں گے اس دن ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

دو قرآنی حقائق

اللہ یقیناً بااختیار ہے اور ہر بات کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ اس کا لطف وکرم اور مغفرت بھی بے حد وحساب ہے۔ اس کے عفو ودرگزر کے بغیر کوئی شخص، صرف اپنے اعمال صالحہ کی بنیاد پر جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ یہ ایسی واضح حقیقت ہے جس پر قرآن گواہ ہے۔ جس میں کسی مؤمن کو کوئی شک یا اشکال نہیں ہوسکتا، کیوں کہ خطا ونسیان سے پاک عمل، انبیاء کرامؑ کے علاوہ کسی دوسرے انسان کا ممکن نہیں ہے۔

لیکن اس حقیقت کے ساتھ، ایک دوسری قرآنی حقیقت کا واضح رہنا بھی انتہائی ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ بااختیار اور صاحب قدرت (فعال لما یرید) ہونے کے ساتھ ساتھ عادل بھی ہے۔ وہ اپنے اختیار اور قدرت کا استعمال، بے جا، بے عمل، اندھا دھند اور ظالمانہ طریقے پر نہیں کرتا، کیوں کہ ظلم کو اس نے اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ بندوں کی مغفرت اور ان پر لطف وکرم کے تعلق سے اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ ہر شخص کے اچھے اور بُرے عمل کو میزان عدل میں تولے گا۔ جس کی نیکی کا وزن اس کی بدی کے مقابلے میں زیادہ ہوگا اسے وہ بخش دے گا اور جس کا معاملہ اس کے

برعکس ہوگا اسے وہ سزا دے گا اور کسی پر وہ کوئی ظلم نہ کرے گا۔ قرآن کی درج ذیل آیات حقیقت کی طرف دلالت کرتی ہیں۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ، فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔ (الاعراف آیت ٨ تا ٩)

''اور وزن اس روز عین حق ہوگا۔ پس جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہتے تھے''۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَاتُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا۔ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَابِهَا۔ وَكَفٰى بِنَاحٰسِبِيْنَ۔ (الانبیاء آیت ٤٧)

''اور قیامت کے دن ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا ہوگا، وہ ہم سامنے لائیں گے اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں''۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ ۔ (المؤمنون آیت ١٠٢ تا ١٠٣)

''پس اس روز جن کے پلڑے بھاری ہونگے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہونگے وہی وہ لوگ ہوں گے، جنھوں نے اپنے آپ خود کو گھاٹے میں ڈال دیا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے''۔

اپنے بندوں پر اللہ کے لطف وکرم اور عفو ودرگزر کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اعمال بد کے باوجود بھی نہیں بخش دے گا، بشرطیکہ نیک اعمال کا وزن بُرے اعمال کے مقابلے میں زیادہ ہو۔

غلط تصورِ مغفرت کا اللہ کی طرف انتساب

لیکن زیر بحث سوال اور مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کو بھی اللہ نے بخش دینے کا کوئی وعدہ قرآن میں کیا ہے، جیسا کہ محترمؒ دعویٰ کرر ہے ہیں کہ ’’ایک شخص جس کی ساری عمر فسق و فجور اور گناہِ کبیرہ کے ارتکاب میں گزری، توبہ کی توفیق بھی نہیں ملی، اسی حالت میں موت واقع ہوئی۔ اس کے باوجود بھی اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ کیونکہ اس نے ایک مرتبہ اپنی پوری زندگی میں درود شریف پڑھ لیا تھا۔ ایک شخص کو تو زندگی میں درود شریف بھی پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی اللہ نے اس کو جہنم میں بھی ڈال دیا۔ لیکن بعد میں اسے بھی اللہ تعالیٰ نے بخش دیا کیونکہ کسی دوسرے شخص نے اس کی قبر پر درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب اسے بخش دیا تھا‘‘۔

فرضی قصوں، کہانیوں اور غلط تاویل کی بنیاد پر اللہ کی بخشش اور مغفرت کے تعلق سے یہ اور اس طرح کے سارے خود ساختہ عقیدے اور دعوے سراسر بے بنیاد اور باطل ہیں، جن کے لیے قرآن وسنت میں کوئی دلیل اور وعدہ نہیں ہے۔ اس لیے ان خود ساختہ قصوں اور تاویلات سے ماخوذ تصورِ مغفرت کا اللہ کی طرف انتساب بھی اس کی شانِ عدل میں گستاخی اور اس پر الزام کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ مغفرت اور عذاب کے تعلق سے، اللہ نے بندوں کے علم و آگہی کے لیے، قرآن کریم میں جو ہدایات دی ہیں وہ اس طرح کے غلط اور فرضی تصورِ مغفرت کی گمراہی کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرت میں ہر شخص کو اس کے اچھے اور بُرے عمل کے مطابق ہی جزا اور سزا دی جائے گی۔ اور کسی کے ساتھ کوئی ناانصافی نہ ہوگی، کیوں کہ بندوں کے حق میں، اللہ اگر ایک طرف نہایت رحیم اور بخشنے والا ہے تو دوسری طرف وہ سزا دینے میں بھی نہایت شدید اور تیز ہے۔ چند آیتیں ملاحظہ ہوں۔

وَاَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّامَاسَعٰی ، وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ، ثُمَّ یُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ۔(النجم آیت۔۳۹ تا ۴۱)

’’اور یہ کے انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جن کی اس نے سعی کی ہے اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائیگی پھر اس کے مطابق پوری جزا اسے دی جائے گی۔

کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ۔(المدثر آیت ۳۸)

’’ہر شخص اپنی کمائی کے بدلے میں رہن ہے‘‘۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا ۔ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ (حٰم السجدہ آیت:۴۶)

’’جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے لیے ہی اچھا کرے گا اور جو کوئی برائی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا اور تیرا رب اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہیں‘‘۔

فَالْیَوْمَ لَاتُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًاوَّلَاتُجْزَوْنَ اِلَّامَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔(یٰسٓ آیت:۵۴)

’’آج کے روز کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم عمل کرتے رہے تھے‘‘۔

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَاالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَالْعَذَابُ الْاَلِیْمُ۔(الحجر: آیت:۴۹)

’’اے نبی! ﷺ میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں نہایت درگزر کرنے والا اور رحیم ہوں، مگر اس کے ساتھ میرا عذاب بھی نہایت دردناک عذاب ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیْعُ الْعِقَاب ، وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ۔(الاعراف آیت:۱۶۷)

’’یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگزر اور رحم سے بھی کام لینے والا ہے‘‘۔

اللہ کی درج بالا ہدایات کا تقاضا

اللہ تعالیٰ کی ان ہدایات کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک طرف بندہ اپنے رب کی رحمت و مغفرت سے ہمیشہ پُر امید رہے، اور کسی بھی حال میں اس سے مایوس نہ ہو، تو دوسری طرف اس کے عذاب اور پکڑ

کے خوف سے وہ ہر وقت ڈرتا بھی رہتا ہو اور کسی بھی حال میں اس سے غافل نہ ہو۔ کیوں کہ ایک طرف اگر اللہ کے عذاب اور عقاب کو فراموش کردینے کی وجہ سے وہ گناہوں پر دلیر ہوجائے گا، تو دوسری طرف اللہ کی رحمت و مغفرت کی شمع اُمید، اگر اس کے دل میں روشن نہ ہو تو ایک بار گناہوں کے دلدل میں پھنس جانے کے بعد، وہ مایوسی کا شکار ہوجائے گا۔ اور اس سے نکلنے کا کوئی راستہ اس کے سامنے نہ ہوگا۔ اور ان دونوں حالتوں میں اس کی تباہی و بربادی ایک یقینی بات ہے۔ اسی قرآنی حقیقت کو امت کے ذہن نشین کرنے کے لیے، نبی کریم ﷺ نے، جو ہدایات دی ہیں وہ ملاحظہ ہوں:

ان تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے نبی اکرم ﷺ کی رہنمائی

لو لاعفواللہ وتجاوز ہ ماھنااحد العیش ، ولاوعید ہ وعقابہ لاتکل کل احد۔ (ابن ابی حاتم عن سعید بن المسیبؒ مرفوعاً)

''اگر اللہ کی مغفرت اور اس کا درگزر بندوں کے شامل حال نہ ہو، تو کسی کو بھی عیش (جنت) نہ ملے۔ اور اللہ کی وعید اور عذاب کا خوف بندوں کو نہ ہو تو (رحمت و مغفرت پر) بھروسہ کرکے سب بےعمل ہوجائیں۔

لویعلم المومن ماعنداللہ من العقوبۃ ماطمع بجنتہ احد ، ولویعلم الکافر ماعنداللہ من الرحمۃ ماقنط احد من الجنۃ۔ (امام احمد بن حنبلؒ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً)

اگر اللہ کے عذاب اور گرفت کا حقیقی علم مؤمن کو ہوجائے تو کوئی مؤمن بھی (اعمال کے صلے میں) جنت میں جانے سے مایوس ہوجائے۔ اور اگر اللہ کی رحمت کا حقیقی علم کافر کو ہوجائے، تو کافر بھی جنت (کے حصول) سے مایوس نہ ہو۔

لویعلم العبد قدرعفواللہ لماتورع من حرام ولویعلم العبد قدر عذاب اللہ لبخع

نفسہ۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر از۔ الشیخ محمد علی الصابونی جلد ۲ ص ۳۱۴)

اگر بندہ اللہ کے درگزر اور مغفرت کی اصل حقیقت کو جان لے، تو وہ حرام کاری سے پرہیز نہیں کرے گا اور اگر بندہ اللہ کے عذاب کی اصلیت کو جان لے تو وہ یقیناً غم سے خود کو ہلاک کرڈالے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی وعید اور عذاب کا خوف اگر بندوں کی نظروں کے سامنے ہر وقت تازہ نہ رہے، تو اللہ کی رحمت و مغفرت پر تکیہ کرکے سارے بندے بےعمل ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ اصحاب الیمین (نیکوکاروں) کے علاوہ ہر شخص اپنی کمائی کے بدلے میں رہن (گرفتار) ہے۔ ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہوگی۔ جس نے گناہ کمایا اور گناہوں میں ساری عمر گزار دی وہ جہنمی ہے اور جس نے بھی نیک عمل کیے وہ جنتی ہے۔ اللہ گناہوں سے توبہ کرنے والے بندوں کے حق میں اگر نہایت رحم اور درگزر کرنے والا ہے، تو ساتھ ہی سرکش، نافرمان اور توبہ نہ کرنے والوں کے حق میں اس کا عذاب بھی نہایت دردناک عذاب ہے۔

اللہ و رسول ﷺ کی تعلیم سے متصادم قصے اور خواب

لیکن اللہ و رسول ﷺ کی اس معقول اور معتدل تعلیمات کے بالکل برعکس اور اس کے خلاف، گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے گنہگاروں کو بھی توبہ، استغفار اور عمل صالح کے بغیر، جنت کی خوشخبری سنانے والے اور اللہ کے عذاب اور گرفت سے بےخوف کرنے والے قصوں کو محترم نے تبلیغی نصاب میں نہ صرف یہ کہ بیان کیا ہے، بلکہ ان جھوٹے قصوں کو اور خوابوں کو سچا ثابت کرنے کے لیے یہ غلط تاویل بھی کی ہے کہ ان قصوں اور اس قسم کے دوسرے قصوں میں کوئی اشکال یا جھوٹ کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ بااختیار ہے اور وہ گنہگاروں کو توبہ کے بغیر، بھی بخش دے تو اس میں کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے''۔ ذیل میں گنہگاروں کو توبہ اور عمل صالح کے بغیر، جنت کی خوش خبری

سنا کر، خواب غفلت کی میٹھی نیند سلانے والے اور برائیوں پر دلیر بنانے والے قصوں اور خوابوں، کو اختصار کے ساتھ عبرت وموعظت کے لیے نقل کیا جارہا ہے۔

ا۔ ''شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لاالٰہ الااللہ پڑھے، اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لیے بھی پڑھا، اور کئی نصاب خود اپنے لیے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا یہ صاحبِ کشف ہے، جنت اور دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے، مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتہً اس نے چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی، قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں۔ جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا، میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی۔ مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصے سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا، دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔ (فضائل ذکر صفحہ ۸۴)

اس فرضی قصے میں دو باتوں کی تبلیغ اور تلقین ہے اول یہ کہ جہنم سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے حضور ﷺ کے اتباع اور آپ ﷺ سے ثابت اعمال ووظائف کی قید وشرط (نعوذ باللہ) لازم نہیں ہے، بلکہ سنی سنائی باتوں پر عمل کرنے سے بھی جنت حاصل کی جاسکتی ہے، اور دوم توبہ اور اعمال صالح کے بغیر بھی جنت مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ ستر ہزار کے اس نصاب کو پڑھ کر، آپ کے حق میں بخش دینے کا کوئی معقول اور یقینی انتظام آپ کے مرنے کے بعد ہو جائے۔

۲۔ ''صوفیاء میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جس کا نام مسطح تھا، اور وہ اپنی زندگی میں دین کے اعتبار سے بہت ہی بے پروا اور بے باک تھا (یعنی گناہوں کی کچھ پروا نہیں کرتا تھا) مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ شانہ نے میری مغفرت فرمادی، میں نے پوچھا یہ کس عمل سے ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں ایک محدث کے خدمت میں حدیث نقل کر رہا تھا۔ استاد نے درود شریف پڑھا میں نے بھی ان کے ساتھ بہت آواز سے درود شریف پڑھا میری آواز سن کر سب مجلس والوں نے درود پڑھا حق تعالیٰ نے اس وقت ساری مجلس والوں کی مغفرت فرمادی''۔ (فضائل درود ص ۹۲)

۳۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا بہت گنہگار تھا میں اس کو بار بار توبہ کی تاکید کرتا تھا مگر وہ نہیں کرتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو میں نے اس کو جنت میں دیکھا میں نے اس سے پوچھا تو اس مرتبے پر کیسے پہنچ گیا؟ اس نے کہا میں ایک محدث کی مجلس میں تھا انہوں نے یہ کہا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ پر زور سے درود پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہے میں نے آواز سے درود پڑھا اور اس پر اور لوگوں نے بھی پڑھا اور اس پر ہم سب کی مغفرت ہوگئی''۔ (فضائل درود صفحہ ۹۲)

۴۔ صوفیاء میں ایک بزرگ نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی تھا بہت گنہگار، ہر وقت شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا۔ اس کو دن رات کی بھی خبر نہ رہتی تھی میں اس کو نصیحت کرتا تو سنتا نہیں تھا۔ میں توبہ کو کہتا تو مانتا نہیں تھا۔ جب وہ مرگیا تو میں نے اس کو خواب میں بہت اونچے مقام پر اور جنت کے لباس فاخرہ میں دیکھا۔ بڑے اعزاز واکرام میں تھا میں نے اس کا سبب پوچھا؟ تو اس نے اوپر والا قصہ محدث کا ذکر کیا''۔ (فضائل درود ص ۹۲)

۵۔ ''علامہ سخاویؒ بعض تواریخ سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت ہی گنہگار تھا، جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اس کو ویسے ہی زمین پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر وحی بھیجی کہ اس کو غسل دے کر اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں۔ میں نے اس شخص کی مغفرت کردی۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یا اللہ یہ کیسے ہوگیا؟ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس نے ایک دفع تورات کو کھولا تھا اس میں محمد ﷺ کا نام دیکھا تھا تو اس نے ان پر درود پڑھا تھا اس کی وجہ سے اس کی مغفرت کردی‘‘۔(فضائل درود ص ۹۳)

۶۔حضرت حسن بصریؒ نے خواب میں دیکھا کہ جنت کا ایک باغ ہے اور اس میں ایک بہت اونچا تخت ہے اور اس پر ایک نہایت حسین وجمیل لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، اس کے سر پر ایک نور کا تاج ہے وہ کہنے لگی حسن تم نے مجھے بھی پہچانا، میں نے کہا نہیں، میں نے تو نہیں پہچانا۔ کہنے لگی، میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں کو تم نے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا۔حضرت حسنؒ نے کہا کہ تیری ماں نے تو تیرا حال اس کے بالکل برعکس بتایا تھا جو میں دیکھ رہا ہوں اس نے کہا میری حالت وہی تھی جو ماں نے بیان کی تھی۔ میں نے پوچھا پھر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوگیا؟ اس نے کہا کہ ہم ستر ہزار آدمی اسی عذاب میں مبتلا تھے۔ جو میری ماں نے آپ سے بیان کیا۔صلحاء میں سے ایک بزرگ کا گزر ہمارے قبرستان پر ہوا۔انہوں نے ایک دفع درود شریف پڑھکر اس کا ثواب ہم سب کو پہنچا دیا۔ان کا درود اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا قبول ہوا کہ اس کی برکت سے ہم سب اس عذاب سے آزاد کردیے گئے اور ان بزرگ کی برکت سے یہ رتبہ نصیب ہوا‘‘۔ (فضائل درود ص ۱۰۱)

۷۔ایک عورت تھی اس کا لڑکا بہت ہی گنہگار تھا اس کی ماں اس کو بار بار نصیحت کرتی مگر وہ بالکل نہیں مانتا تھا اسی حال میں وہ مرگیا۔اس کی ماں کو بہت رنج ہوا کہ وہ بغیر توبہ کے مرا، اس کو بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح اس کو خواب میں دیکھے۔اس کو خواب میں دیکھا تو وہ عذاب میں مبتلا تھا اس کی وجہ سے اس کی ماں کو اور بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ایک زمانے کے بعد اس نے دوبارہ خواب میں دیکھا تو بہت اچھی حالت میں تھا نہایت خوش وخرم ماں نے پوچھا کہ یہ کیا ہوگیا؟ اس نے کہا کہ ایک بہت بڑے گنہگار شخص کا اس قبرستان پر گزر ہوا تھا۔قبروں کو دیکھ کر اس کو کچھ عبرت ہوئی وہ اپنی حالت پر رونے لگا اور سچے دل سے توبہ کی۔ اور کچھ قرآن شریف اور بیس مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس

قبرستان والوں کو بخشا جس میں میں تھا جو حصہ مجھے ملا اس کا یہ اثر ہے جو تم دیکھ رہی ہو‘‘۔ (فضائل درود ص ۱۰۱)

۸۔امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں عبدالواحد بن زید بصریؒ سے نقل کیا ہے میں حج کو جارہا تھا ایک شخص میرا رفیق سفر ہوگیا۔وہ ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، حضور ﷺ پر درود بھیجا کرتا تھا میں نے اس سے اس کثرت درود کا سبب پوچھا اس نے کہا جب میں سب سے پہلے حج کے لیے حاضر ہوا تو میرے باپ بھی ساتھ تھے جب ہم لوٹنے لگے تو ہم ایک منزل پر سوگئے، میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اُٹھ تیرا باپ مرگیا اور اس کا منہ کالا ہوگیا میں گھبرایا ہوا اٹھا تو اپنے باپ کے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرے باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔مجھ پر اس واقعہ سے اتنا غم سوار ہوا کہ میں اس کی وجہ سے بہت ہی مرعوب ہو رہا تھا۔اتنے میں میری آنکھ لگ گئی، اور میں نے دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی کالے چہرے والے جن کے ہاتھ میں لوہے کے بڑے ڈنڈے تھے مسلط ہیں اتنے میں ایک بزرگ نہایت حسین چہرا دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انھوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دست مبارک کو میرے باپ کے منہ پر پھیرا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اُٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے چہرے کو سفید کردیا۔میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرا نام محمد ﷺ ہے اس کے بعد سے میں نے حضور ﷺ پر درود کبھی نہیں چھوڑی۔(فضائل درود ص ۱۰۶)

۹۔ایک شخص اور اس کا بیٹا دونوں سفر کر رہے تھے۔راستے میں باپ کا انتقال ہوگیا اور اس کا سر (منہ وغیرہ) سور جیسا ہوگیا۔وہ بیٹا بہت رویا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور عاجزی کی، اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تیرا باپ سود کھایا کرتا تھا اس لیے یہ صورت بدل گئی، لیکن حضور ﷺ نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے اس لیے کہ جب آپ

ﷺ کا ذکر مبارک سنتا تو درود بھیجا کرتا تھا آپ ﷺ کی سفارش سے اس کو اس کی اپنی اصلی حالت پر لوٹا دیا گیا۔ (فضائل درود ص ۱۰۴)

۱۰۔ ایک شخص طواف کرتے وقت ہر قدم پر درود شریف پڑھتا تھا اس سے جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ۔۔۔ میں اور میرے والد حج کو جا رہے تھے ایک جگہ پہنچ کر میرا باپ بیمار ہو گیا میں علاج کا اہتمام کرتا رہا کہ ایک دن اُن کا انتقال ہو گیا اور منہ کالا ہو گیا میں دیکھ کر بہت ہی رنجیدہ ہوا اور انا للہ پڑھی۔ اور کپڑے سے ان کا منہ ڈھک دیا۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب جن سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ صاف ستھرا لباس کسی کا نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ بہترین خوشبو میں نے کہیں نہیں دیکھی تیزی سے قدم بڑھائے چلے آ رہے ہیں انھوں نے میرے باپ کے منہ پر سے کپڑا ہٹا دیا اور اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو چہرہ سفید ہو گیا وہ واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں؟ کہ آپ کی وجہ سے اللہ نے میرے باپ پر مسافرت میں احسان فرمایا۔ وہ کہنے لگے کہ تو مجھے نہیں پہچانتا میں محمد ﷺ بن عبداللہ صاحب قرآن ہوں یہ تیرا باپ بڑا گنہگار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھی بھیجتا تھا جب اس پر مصیبت نازل ہوئی تو میں اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔ (فضائل درود ص ۱۰۷)

علم غیب کے بارے میں قرآن کا بیان

آنے والے کل کے علم غیب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ، وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ، وَیَعۡلَمُ مَافِی الۡاَرۡحَامِ ، وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَاذَاتَکۡسِبُ غَدًا۔ وَمَاتَدۡرِی نَفۡسٌ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ۔ (لقمان آیت: ۳۴)

’’بے شک، قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ اور وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے۔ کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے۔ اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے‘‘۔

نبی اکرم ﷺ کا بیان

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے۔ یعنی (قیامت کب آئے گی، بارش کب ہوگی، رحم مادر میں کیا ہے، کوئی شخص کل کیا کمانے والا ہے، کب اور کس سرزمین پر اُسے موت آئے گی) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ’’جس کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ کل کیا ہونے والا ہے یہ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہے تو اس نے اللہ پر جھوٹ کا الزام لگایا‘‘۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن میں نبی ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

قُلۡ لَایَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمَاوَاتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّااللّٰہُ۔ (سورۃ النمل آیت ۶۵)

’’اے نبی ﷺ ان سے کہو کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔‘‘ (بخاری، مسلم ترمذی، نسائی بالسناد صحیح)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

من حدثک انه یعلم مافی غدٍ فقد کذب۔

’’جو کوئی بھی تم سے یہ کہے کہ وہ جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے تو وہ جھوٹا ہے‘‘۔

نبی کریم ﷺ اور قرآن کے بیان کو جھٹلانے والے قصے

لیکن حیرت اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ اللہ، رسول ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے اس واضح اعلان کے باوجود محترمؒ نے تبلیغی نصاب میں مختلف قصوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ فلاں اور فلاں بزرگ کو علم غیب ہے۔ بالخصوص موت کب آئے گی۔ اس کا علم غیب حاصل تھا اللہ، رسول

ﷺ اور حضرت عائشہ کے بیان کو جھٹلانے والے قصے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ”شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ کل کو ظہر کے وقت وہ مر جائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا۔ طواف کیا اور تھوڑی دور جا کر مر گیا“۔(فضائل صدقات ص ۴۷۶)

۲۔ ”امام غزالیؒ نے دوشنبہ کو صبح کی نماز، وضو کر کے پڑھی، پھر کفن منگایا اس کو چوما، آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لیے بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر قبلہ رُخ پاؤں کر کے لیٹ گئے اور فوراً انتقال کر گئے۔“(فضائل صدقات ص ۴۸۱)

۳۔”ابو الحسین المالکیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت خیر نور بافؒ کے ساتھ کئی سال رہا انھوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ میں جمعرات کے شام کو مغرب کے وقت مر جاؤں گا، اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤں گا، بھول نہ جانا، لیکن میں بھول گیا، جمعہ کی صبح ایک شخص نے مجھے ان کے انتقال کی خبر سنائی“۔(فضائل صدقات ص ۴۸۳)

۴۔”ابو علی روذ باریؒ کہتے ہیں کہ ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا بہت خستہ حال پرانے کپڑے، کہنے لگا کہ یہاں کوئی پاک جگہ ہے جہاں کوئی غریب فقیر مر جائے۔ میں نے لاپروائی سے لغو سمجھ کر کہہ دیا کہ اندر آجا اور جہاں چاہے پڑ کے مرجا۔ وہ اندر آیا، وضو کیا، چند رکعت نماز پڑھی۔ اور لیٹ کر مر گیا“۔(فضائل صدقات ص ۴۸۲)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا قرآنی اعلان

ہر انسان جو اس دنیا میں پیدا ہوا ہے اسے لازماً موت آنی ہے اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مختلف اسلوب و انداز سے واضح کیا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران آیت: ۱۸۵) ”آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے۔“

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ (الرحمٰن آیت:۲۶) ”زمین پر جتنے رہنے والے ہیں سب کو فنا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کی نبوت کے انکار میں کفارِ مکہ جو مختلف اعتراضات کرتے تھے، ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ چوں کہ محمد بشر ہیں اور انہیں ایک نہ ایک دن مرنا ہے اس لیے یہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور ہم ایسے شخص کو اللہ کا نبی نہیں مان سکتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کے جواب میں ان سے پوچھا کہ تم محمد کو اللہ کا نبی صرف اس لیے نہیں تسلیم کرتے کہ وہ انسان ہیں۔ اور انہیں ایک دن مرنا ہے تو یہ بتاؤ کہ دنیا میں اس سے پہلے کون سا نبی انسان نہیں تھا۔ اور کون انسان ایسا ہے جسے ہمیشہ کی زندگی ملی ہے یا بعد میں ملنے والی ہے؟ ہم نے تو کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْد۔ اَفَا ءِ ن مِّتَ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ۔

”اے نبی! ہمیشہ کی زندگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لئے نہیں رکھی ہے، اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟“(انبیاء آیت ۳۴)

اسی حقیقت کو سورہ زمر میں یوں واضح کیا گیا:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اَنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ۔(زمر آیت:۳۰)

”اے نبی! تمہیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کا بھی مرنا ہے۔“

نبی کریم کی وفات کے صدمے سے مغلوب ہو کر، جب حضرت عمرؓ شدتِ غم میں یہ کہنے لگے کہ جو کوئی حضور ﷺ کو مُردہ کہے گا، میں اس کی گردن ماروں گا تو اس نازک موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے، حضرت عمرؓ کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدً ا فان محمدً اقدمات وَمَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْت ۔

”جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ کو موت آچکی، اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے اسے موت نہیں آنی ہے“۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۴۴ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلَ۔ اِلٰی آخِرِ الآیۃ اور سورۂ زمر کی آیت ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ۔'' تلاوت فرمائی جن کو سن کر حضرت عمرؓ کو ہوش آ گیا اور فرمایا، ابوبکرؓ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ گویا یہ دونوں آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں۔

قرآن کو جھٹلانے والے قصے

لیکن حیرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ کے مندرجہ بالا ارشادات کے بالکل برعکس اور اس کی ضد میں، محترم شیخ الحدیثؒ تبلیغی نصاب میں مختلف قصوں کے حوالے سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسانوں میں کچھ اللہ کے عاشق اور دوست ایسے بھی ہوتے ہیں، جنہیں موت نہیں آتی۔ صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں، اور حسب مرضی اس دنیا میں تصرف کرتے رہتے ہیں، لوگوں سے باتیں کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں۔

ایک قصہ میں تو نبی ﷺ کے بارے میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک گنہگار کو عذاب سے نجات دلانے کے لیے آپ ﷺ بنفس نفیس اپنے جسمانی وجود کے ساتھ، اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس کی مدد کی اور اس کے لڑکے سے بات چیت بھی کی۔

ایک دوسرے قصے کے حوالے سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قبر مبارک کے اندر سے، کچھ بزرگوں کے سلام کا جواب بھی دیا اور ان بزرگوں نے اس کو سنا بھی۔ اور کچھ بزرگوں سے مصافحہ کرنے کے لیے، حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک قبر کے باہر نکال کر، باقاعدہ مصافحہ بھی کیا۔ اللہ، رسول ﷺ اور صحابہؓ کی تعلیم کی تردید کرنے والے قصے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ''شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کہتے ہیں کہ میرا .... ایک مرید مر گیا میں نے اسے غسل دیا اور دفن کیا، جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا کہ کیا مرنے کے

بعد بھی زندگی ہے؟ کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔''

(فضائل صدقات ص ۴۷۶)

۲۔ ''ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے کہا میرا انگوٹھا چھوڑ دے مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے، ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے۔ اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔'' (فضائل صدقات ص ۴۷۶)

۳۔ ''شیخ ابن الجلاؒ مشہور بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا، اور ان کو نہلانے کے لیے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے، نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے، کسی کی ہمت ان کو نہلانے کے نہ پڑتی تھی، ایک اور بزرگ آئے اور ان کو غسل دیا۔''

(فضائل صدقات ص ۴۸۱)

۴۔ ''ابو علی روذباری کہتے ہیں کہ ایک فقیر...... جو میرے مکان میں ٹھہرا تھا مر گیا۔ میں نے اس کی تجہیز اور تکفین کی، اور جب دفن کرنے لگا تو مجھے خیال آیا کہ اس کے منہ سے کفن ہٹا کر منہ زمین پر رکھ دوں، تاکہ حق تعالیٰ شانہ اس کی غربت پر رحم کھائے۔ میں نے اس کا منہ کھولا تو اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے پوچھا، میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے؟ کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے میں کل قیامت کے دن اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا۔'' (فضائل صدقات ص ۴۸۲)

۵۔ ''عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارت کو گئی ...... صاحب قبر نے ایک زائر سے، خواب میں اپنے بختی اونٹ کے بدلے، اس کے اونٹ کے تبادلے کا معاملہ کر لیا...... اس کے بعد ''صاحب قبر اٹھا اور اس کے (زائر) اونٹ کو ذبح کر دیا'' .... جب زائر خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس کے اونٹ کی گردن سے خون جاری ہے تو اس نے اونٹ کو ذبح کر دیا اور گوشت زائرین میں تقسیم کر دیا............ اگلی منزل پر صاحبِ قبر کا لڑکا، خواب والے

زائر کا نام پوچھتا ہوا آیا اور بختی اونٹ اس کے حوالے کر دیا اور کہا صاحب قبر (میرے باپ) نے، اپنا یہ بختی اونٹ، خواب میں آپ کے حوالے کرنے کا مجھے حکم دیا تھا............''اس عجوبہ پر محترمؒ نے لکھا ہے کہ ''یہ سخاوت کی حد ہے کہ مرنے کے بعد............بھی مہمانوں کی مہمانی کی (خود اونٹ بھی ذبح کیا) باقی یہ بات کہ مرنے کے بعد اس قسم کا واقعہ کیوں کر ہو گیا۔ اس میں کوئی محال چیز نہیں ہے عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں۔'' (فضائل صدقات ۳۱۵)

۶۔ ''مصر میں ایک صاحب خیر کے پاس ایک فقیر کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی تو وہ ایک سخی کی قبر پر گئے۔ ان کو سارا احوال سنایا اور واپس آ گئے............رات میں سخی خواب میں آئے اور ان سے کہا کہ ''میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی'' مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی۔...............میرے گھر میں فلاں مقام پر پانچ سو اشرفیاں دفن ہیں، گھر والوں سے کہو کہ اسے نکال کر اس فقیر کو دیدیں ....ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن فقیر نے صرف آدھا دینار لیا اور کہا میری ضرورت کے لیے یہ کافی ہے باقی دینار محتاجوں میں تقسیم کر دیا گیا۔'' (فضائل صدقات ص ۵۱۶)

۷۔ ''حافظ ابو نعیمؒ، حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ باہر جا رہا تھا میں نے ایک جوان کو دیکھا جو ہر قدم پر درود پڑھتا ہے میں نے پوچھا یہ تیرا وِرد کیا چیز کا ہے؟............تو اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کیساتھ حج کو گیا تھا میری ماں وہیں مر گئی اور اس کا منہ کالا ہو گیا۔ اور اس کا پیٹ پھول گیا۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی بڑا سخت گناہ ہوا ہے۔ اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا۔ جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ (نعوذُ باللہ، رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں کسی نامحرم سے ہاتھ تک نہیں ملایا۔ کیا یہ نبی ﷺ پر بہتان نہیں ہے۔ مصنف) میں نے اُن سے عرض

کیا کہ آپ کون ہیں کہ میں اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجیے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو درود شریف پڑھا کرے۔'' (فضائل درود ص ۱۰۹)

۸۔ ''مولانا جامیؒ نے حضور ﷺ کے شان میں ایک نعت لکھی تھی جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور ﷺ اقدس کے زیارت کی۔ حضور ﷺ نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ، جامیؔ کو مدینہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کر دی۔ مگر ان پر جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا وہ آ رہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا ان پر سختی کی اور جیل میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہو گا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا۔'' (فضائل درود ص ۱۱۸)

''محترم لکھتے ہیں کہ اس میں (یعنی ہاتھ مصافحہ کے لیے نکلنے میں کوئی استبعاد نہیں۔ سید احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں وہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔'' (فضائل درود ص ۱۱۸)

غور اور نوٹ کرنے کی بات یہاں پر یہ ہے کہ چند سطر پہلے محترم نے حضرت جامیؒ کے قصے میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جامیؒ کو مدینہ منورہ پہنچنے سے رکوا دیا۔ کیونکہ وہ قبر پر کچھ شعر

پڑھنا چاہتے تھے اور اگر ایسا ہوتا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلتا اور اس میں فتنہ ہوتا۔ لیکن حضور ﷺ نے جس عمل کو فتنہ کہا جس سے بچنے کی لیے جامیؒ کو رکوایا۔ چند سطر بعد محترم نے اسی فتنہ کو حقیقت ثابت کر دیا اور سید احمد رفاعیؒ کا قصہ نقل کر دیا کہ وہ تو اس سے پہلے بار بار واقع ہو چکا ہے جس میں کوئی عجوبہ و استبعاد نہیں ہے اور نہ کوئی فتنہ کی بات ہی۔

٩۔ ''ابراھیم بن شیبانؒ کہتے ہیں کہ میں نے جب حج کیا اور مدینہ پاک حاضری ہوئی اور میں نے قبر اطہر کی طرف بڑھکر، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو میں نے روضہ اطہر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔'' (فضائل درود ص ٤٠)

١٠۔ ''سلیمان بن سحیمؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی زیارت خواب میں کی۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ جو لوگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ پر سلام کرتے ہیں آپ ﷺ اس کو سمجھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔ ابراہیم بن شیبانؒ کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔ (فضائل درود ص ٢٠)

صحابہ کرامؓ غیب سے نہیں کھا سکتے تھے

رسول اللہ ﷺ کا اعلان

نبی کریم ﷺ کے صومِ وصال کو (یعنی ایک سحری سے مسلسل دو روزہ رکھنا) دیکھ کر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہم بھی حضور ﷺ کی طرح روزہ رکھیں، لیکن حضور ﷺ نے صحابہؓ کو صوم وصال سے منع فرمایا اور ممانعت کی وجہ اور علت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

انی لست کھیئتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی۔

''میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے''۔

حضور ﷺ کے ارشاد سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہؓ اور سارے انسانوں کے مقابلے میں حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک خاص مقام و مرتبہ اور کچھ مخصوص شرف حاصل ہے، جس میں بلا استثناء کوئی صحابی یا انسان آپ کا شریک اور ہم مرتبہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

لیکن عبرت کا مقام یہ ہے کہ محترم حضور ﷺ کے اسی مخصوص شرف میں، جن میں صحابہ کرامؓ بھی آپ کے ہم مرتبہ نہیں ہیں کچھ بزرگوں کو حضور ﷺ کا شریک اور ہم مرتبہ ثابت کرنے کے لیے، حضور ﷺ کی حدیث کے ساتھ جو ناروا سلوک کرتے ہیں وہ انتہائی غلط اور ان جھوٹے قصوں سے زیادہ گمراہ کن ہے۔ حدیث میں محترمؒ کی معنی آفرینی ملاحظہ ہو۔

بزرگان دین غیب سے کھا پی سکتے ہیں محترم شیخ الحدیثؒ کی دلیل

''فرماتے ہیں کہ ان قصوں میں کچھ تردد نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے احادیث صوم وصال (یُطعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ) (مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے) میں ان چیزوں کا ماخذ اور اصل موجود ہے۔ اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد (اِنِّی لَسْتَ کھیئتکم) (میں تم جیسا نہیں ہوں) عوام کے اعتبار سے ہے۔ مگر کسی خوش نصیب کو یہ کرامت حاصل ہو جائے تو کوئی مانع نہیں ہے۔'' (فضائل درود ص ١١٤)

توجہ اور غور طلب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تو صوم وصال سے صحابہؓ کو روکنے کے لیے یہ دلیل دی کہ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں مجھے میرا رب غیب سے کھلاتا اور پلاتا ہے اس لیے میں صومِ وصال کی طاقت رکھتا ہوں اور تم اس کی طاقت و استطاعت نہیں رکھتے کیوں کہ تمہیں میرا رب (غیب سے) نہیں کھلاتا اور پلاتا۔

حدیث رسول ﷺ کے خلاف

حدیث سے خودساختہ دلیل اور تاویل

لیکن رسول ﷺ کے منشاء ومفہوم کے خلاف اور اس کے مقابلے میں، رسول ﷺ کی حدیث سے اپنا خودساختہ مطلب اخذ کرنے میں، محترم کی جرأت ملاحظہ ہو کہ پہلے تو حضور ﷺ کے ارشاد (اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ) (مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے) سے مجرد غیب سے کھانے اور پینے کی اصل ثابت کی۔ کیوں کہ جب اللہ حضور ﷺ کو غیب سے کھلا اور پلاسکتا ہے تو دوسرے بزرگوں کے غیب سے کھانے پینے میں کیا مانع ہوسکتا ہے اس لیے مختلف بزرگوں کی طرف منسوب، غیب کے کھانے پینے کے قصوں میں کوئی شک یا تردد کی کوئی بات نہیں ہے۔

لیکن جب حضور ﷺ کی اسی حدیث کا ایک حصہ (اِنِّی لَسْتَ کھیتکم) میں تم جیسا نہیں ہوں) محترم کے دلیل کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتا ہے، تو محترم حضور ﷺ کے ارشاد کو اپنا خود ساختہ معنی پہنا کر، فرماتے ہیں کہ "یہ عوام کے اعتبار سے ہے۔" خواص (فلاں فلاں بزرگ) اس سے مستثنیٰ ہیں۔ محترمؒ کی اس تاویل سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نعوذ باللہ عوام ہیں اس لئے غیب سے نہیں کھاسکتے اور یہ بزرگان دین خواص ہیں اس لیے غیب سے کھاپی سکتے ہیں۔ ورنہ حضور ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد کے بارے میں، محترم یہ نہیں فرماتے کہ یہ عوام کے اعتبار سے ہے۔ جس کے اصل اور حقیقی مخاطب صحابہ کرامؓ ہی تھے۔

اللہ کے دین اور اس کی کتاب کی خودساختہ تاویل اور تحریف کے معاملے میں، علماء بنی اسرائیل نے کچھ اسی طرح کا رویہ اختیار کر رکھا تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی خرابی اور تباہی کا اصل سبب بتایا ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ (سورۂ بقرہ آیت:۷۹)

"پس خرابی اور تباہی ہے ان کے لیے جو کتاب (فتویٰ) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے۔"

جن قصوں کو سچا اور معتبر ثابت کرنے کے لیے، محترمؒ نے اتنی ہمت اور محنت کی ہے۔ وہ ملاحظہ ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے متصادم قصے

۱۔ "شیخ ابوالخیر اقطعؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا، پانچ دن وہاں قیام کیا۔ کچھ مجھ کو ذوق ولطف حاصل نہ ہوا۔ میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسول خدا ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو سلام کیا اور عرض کیا اے رسول ﷺ آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر منبر کے پیچھے سو رہا۔ خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا حضرت ابوبکرؓ آپ کی داہنی اور حضرت عمرؓ آپ کی بائیں جانب تھے اور حضرت علیؓ آپ ﷺ کے آگے تھے حضرت علیؓ نے مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ اُٹھ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں میں اٹھا اور حضرت ﷺ کے دونوں آنکھوں کے درمیان چوما۔ حضور ﷺ نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔" (فضائل درود ص ۱۱۲)

۲۔ "حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے رسالہ حرز ثمین میں چالیس خواب یا مکاشفات اپنے اور اپنے والد ماجد کے حضور ﷺ کی زیارت سے متعلق لکھے ہیں جن میں صفحہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں" کہ ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی (نہ معلوم کتنے دن کا فاقہ ہوگا) میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی روح مقدس آسمان سے اتری اور حضور ﷺ کے ساتھ ایک روٹی تھی گویا کہ اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا تھا کہ یہ روٹی مجھے مرحمت فرمائیں۔" (فضائل درود ص ۱۱۳)

’’صفحہ ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رات کو کھانے کو کچھ نہیں ملا۔ تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص دودھ کا پیالہ لایا۔ جس کو میں نے پیا اور سو گیا۔ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ میں نے ہی بھیجا تھا۔ یعنی میں نے توجہ سے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ وہ دودھ لے کر جائے۔ اور جب اکابر صوفیا کی توجہات معروف و متواتر ہیں تو حضور ﷺ کی توجہ کا کیا پوچھنا۔‘‘ (فضائل درود ص ۱۱۳)

’’صفحہ ۱۵/ پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بیٹے کیسی طبیعت ہے۔ اس کے بعد شفاء کی بشارت عطا فرمائی اور اپنی داڑھی مبارک کے دو بال مرحمت فرمائے مجھے اسی وقت صحت ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو دونوں بال میرے ہاتھ میں تھے۔ والد صاحب نے ان دونوں بالوں میں سے ایک مجھے مرحمت فرمایا تھا۔‘‘ (فضائل درود ص ۱۱۳)

’’صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ.......... میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔ حضور ﷺ نے خواب میں مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ حضرات شیخینؓ وغیرہ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا الھدایا مشترکہ، میں نے وہ روٹی ان کے سامنے کردی انھوں نے ایک ٹکڑا توڑ لیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا الھدایا مشترکہ، میں نے وہ روٹی ان کے سامنے کردی انہوں نے بھی ایک ٹکڑا توڑ لیا پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا الھدایا مشترکہ، میں نے فرمایا اگر یہی الھدایا مشترکہ، رہا تو یہ روٹی تو اسی طرح تقسیم ہو جائے گی اور اس فقیر کے پاس کیا بچے گا۔‘‘ (فضائل درود ص ۱۱۳)

’’صفحہ ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے ارشاد فرمایا کہ وہ رمضان المبارک میں سفر کر رہے تھے، نہایت شدید گرمی تھی جس کی وجہ سے بہت ہی مشقت اٹھانی پڑی اسی حالت میں مجھے اونگھ آ گئی۔ تو نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے بہت ہی لذیذ کھانا جس میں چاول اور میٹھا اور زعفران اور گھی خوب تھا (نہایت لذیذ زردہ) مرحمت فرمایا۔

جس کو خوب سیر ہو کر کھایا پھر حضور ﷺ نے پانی مرحمت فرمایا جس کو خوب سیر ہو کر پیا جس سے بھوک اور پیاس سب جاتی رہی۔ اور جب آنکھ کھلی تو میرے ہاتھوں میں سے زعفران کی خوشبو آ رہی تھی۔‘‘ (فضائل درود ۱۱۴)

ان قصوں کو نقل کرنے کے بعد، محترمؒ لکھتے ہیں کہ’’ ان قصوں میں کچھ تردد نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ حدیث صوم وصال میں (اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ) (مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے) ان چیزوں کا ماخذ اور اصل موجود ہے۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد (انی لست کھیتکم) (میں تم جیسا نہیں ہوں) عوام کے اعتبار سے ہے اگر کسی خوش نصیب کو یہ کرامت حاصل ہو جائے تو کوئی مانع نہیں۔‘‘ (فضائل درود ص ۱۱۴)

صحابہ کرامؓ بمنزلہ عوام! بزرگان دین بمنزلہ خواص! محترم کا ارشاد

محترم کی اس تاویل سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ تو (نعوذ باللّٰہ) عوام میں شامل ہیں اس لیے اللہ کی طرف سے وہ غیب سے کھانے پینے اور صوم وصال کے اہل نہیں ہیں۔ اور یہ خوش قسمت بزرگان دین صحابہؓ سے الگ، خواص ٹھہرے۔ اس لیے انہیں اللہ کی طرف سے غیب سے کھانے پینے کی کرامت حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی مانع اور مضائقہ نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

زیر اہتمام: محمد صدیق قریشی
Pixel Arts Mobile : 9820790615
Printed at: Fatima Printers
Tilak Nagar, Saki Naka Mumbai - 400070